فالصّٰلحٰتُ قٰنتٰتٌ حٰفظٰتٌ للغیب بما حفظ اللہ

سلسلۂ دار المصنّفین

(نمبر ۱۰)

سیر الصحابیات

یعنی

مستند حوالوں سے ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ اور اکابر صحابیاتؓ کے سوانح زندگی اور اون کے علمی، مذہبی، اخلاقی کارناموں کی تفصیل

از

مولینا سعید انصاری سابق رفیق دار المصنّفین

باہتمام: مولوی مسعود علی ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ میں طبع ہوا

طبع چہارم

۱۹۵۳ء

فہرست مضامین

سیر الصحابیات رض

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ طبع ثانی	۱-۲	۴- حضرت حفصہ رض	۳۳
دیباچہ طبع اول		۵- حضرت زینب ام المساکین رض	۳۹
۱ - ۱۴		۶- حضرت ام سلمہ رض	۴۰
تمہید	۱	۷- حضرت زینب رض بنت جحش	۵۶
صحابیات رض کے مذہبی کارنامے	۳	۸- حضرت جویریہ رض	۶۵
سیاسی کارنامے	۶	۹- حضرت ام حبیبہ رض	۶۹
علمی کارنامے	۷	۱۰- حضرت میمونہ رض	۷۴
عملی کارنامے	۹	۱۱- حضرت صفیہ رض	۷۷
انتخاب و ترتیب	۱۰	بنات طاہرات رض	
ازواج مطہرات رض		۸۳ - ۱۰۱	
۱ - ۸۲		۱- حضرت زینب رض	۸۳
۱- حضرت خدیجہ رض	۱	۲- حضرت رقیہ رض	۸۷
۲- حضرت سودہ رض	۱۳	۳- حضرت ام کلثوم رض	۸۹
۳- حضرت عائشہ رض	۱۹	۴- حضرت فاطمہ رض	۹۰

عورت مرد کے دامن تقدس کا داغ ہے، روما اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا ہے، یونان اسکو شیطان کہتا ہے، توریت اس کو لعنتِ ابدی کا مستحق قرار دیتی ہے، کلیسا اس کو باغِ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا ہے، یورپ اس کو خدا یا خدا کے برابر مانتا ہے لیکن اسلام کا نقطۂ نظر ان سب سے جداگانہ ہے، وہان عورت نسیم اخلاق کی نکہت اور چہرہ انسانیت کا غازہ سمجھی جاتی ہے۔

امام بخاری نے صحیح مین حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مکہ مین ہم لوگ عورتون کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے، مدینہ مین نسبتہً ان کی قدر تھی لیکن جب اسلام آیا اور خدا نے ان کے متعلق آیتین نازل کین تو ہم کو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی۔[1] عرب جاہلیت کے رسم دختر کشی پر نظر ڈالکر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر

یا انجشۃ ارویداک بالقواریر	انجشہ! دیکھنا، یہ آبگینے ہین،

غور کرو تو تم کو حضرت عمرؓ کے قول کی صحیح تشریح معلوم ہوگی،

اسلام نے صرف یہی نہین کیا کہ عورتوں کے چند حقوق متعین کر دیے، بلکہ ان کو مردون کے مساوی درجہ دیکر مکمل انسانیت قرار دیا، صحیح بخاری مین وارد ہوا ہے،

الرجل راع علی اھلہ وھو مسئول	مرد اپنے اہل کا راعی بنایا گیا ہے اور اسی
والمرأۃ راعیۃ علی بیت	ان کے متعلق جواب طلب ہوگا، اور عورت
زوجھا وھی مسئولۃ	شوہر کے گھر کی راعیہ ہے اور اس سے اسکے
(ج ۲ ص ۷۸۳)	متعلق بازپرس ہوگی،

سنن ابن ماجہ مین اس کی مزید تشریح ہے،

لیس تملکون منھن شیئاً	تم کو عورتون پر بجز مخصوص حقوق کے

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۹

غیر ذلک الا ان یاتین کوئی دسترس حاصل نہین ہے لیکن ہان جب

بفاحشۃ مبینۃ کوئی گناہ کرین.

اس بنا پر اسلام مین عورت کی جو منزلت قائم ہوئی وہ بلحاظ تاریخ دیگر اقوام و مذاہب سے بالکل مختلف تھی، تمام دنیا اپنی قومی تاریخ پر ناز کرتی ہے، اور بجا طور پر کرتی ہے، لیکن اگر اس سے یہ سوال کیا جائے کہ ان افسانہاے پارینہ مین صنفِ نازک کی سعی و کوشش کا کس قدر حصہ تھا؟ تو دفعۃً ہر طرف خاموشی چھا جائے گی، اور فخر و غرور کا سارا ہنگامہ سرد ہو کر رہ جائیگا، یونان بے شبہہ اپنی "ربات النوع" کو پیش کر سکتا ہے، ہندوستان متعدد عصمت و عفاف کی دیویون کے نام لے سکتا ہے، یورپ کا "گولڈن ڈیڈس" چند جنگ آزما عورتون کو منظرِ عام پر لا سکتا ہے، لیکن کیا ان کی وجہ سے دنیا نے کچھ بھی ترقی کی ہے؟ اور تمدن کا قدم ایک انچ بھی آگے بڑھ سکا ہے؟ تاریخ ان سوالات کا جواب نفی مین دیتی ہے،

قومی تاریخ کو چھوڑ کر اگر دنیا کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کرو تو صاف نظر آئے گا کہ اسکے اوراق بھی صنف نازک کے عظیم الشان کارنامون سے خالی ہین، مصر اس سلسلہ مین آسیہ بنت مزاحم کو پیش کریگا، تورات مریم اخت ہارونؑ کو آگے بڑھائے گی، ناصرہ مریم عذرا کو سامنے لائے گا، ان خاتونون کی مذہبی بزرگی اور عظمت مسلّم ہے، لیکن کیا ان مقدس اور پاک خاتونون کا کوئی مذہبی یا اصلاحی کارنامہ تاریخ نے بھی یاد رکھا ہے؟

بخلاف اس کے اسلام نے جن پردہ نشینون کو اپنے کنار عاطفت مین جگہ دی انھون نے دنیا مین بڑے بڑے عظیم الشان کام انجام دیے ہیں، جو تاریخ کے صفحات مین نمایان طور پر نظر آتے ہین لیکن چونکہ یہ کتاب خاص صحابیات کے حالات مین ہے، اس لیے ہم صرف ان ہی کارنامون کو پیش کرین گے، جو صحابیات سے متعلق ہین، کیونکہ یہ صنفِ نازک کا پہلا قدم تھا،

جو ترقی کی راہ مین اٹھایا گیا،

صحابیات رضؓ کے کارنامے تمدن کے تمام عنوانات پر منقسم ہین، اور ہم ان کو اجمالاً اس مقام پر لکھنا چاہتے ہین،

مذہبی کارنامے مذہبی خدمات کے سلسلہ مین سب سے اہم خدمت جہاد ہے، اور صحابیاتؓ نے جس جوش، جس خلوص، جس عزم اور جس استقلال سے اس خدمت کو ادا کیا ہے، اس کی نظیر مشکل سے مل سکے گی، غزوۂ احد مین جبکہ کافرون نے عام حملہ کر دیا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چند جان نثار رہ گئے تھے، حضرت ام عمارہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچین، اور سینہ سپر ہو گئین، کفار جب آپ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھین، ابن قمیہ جب دوڑتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا تو حضرت ام عمارہ نے بڑھکر روکا، چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا، انھون نے تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لیے کارگر نہ ہوئی[1]، جنگ مسیلمہ مین انھون نے اس پامردی سے مقابلہ کیا کہ ۱۲ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا[2]،

غزوۂ خندق مین حضرت صفیہؓ نے جس بہادری سے ایک یہودی کو قتل کیا، اور یہودیون کے حملے کے روکنے کی جو تدبیر اختیار کی، وہ بجائے خود نہایت حیرت انگیز ہے[3]، غزوۂ حنین مین حضرت ام سلیمؓ کا خنجر لیکر نکلنا ایک مشہور بات ہے[4]،

جنگ یرموک مین جو خلافت فاروقی مین ہوئی تھی حضرت اسماءؓ بنت ابوبکرؓ، حضرت ام ابانؓ، ام حکیمؓ، خولہؓ، ہند اور ام المومنین حضرت جویریہؓ نے بڑی دلیری سے جنگ کی تھی، اور اسماءؓ بنت یزید نے جو انصار کے قبیلہ سے تھین، خیمہ کی چوب سے ۹ رومیون کو قتل کیا تھا[5]،

---

[1] ابن ہشام ص ۴۲۰ [2] ابن سعد ج ۸ ص ۳۰۴ [3] زرقانی ج ۲ ص ۱۲۹ [4] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳ [5] اصابہ ج ۸ ص ۱۳

نہ صرف بری بلکہ بحری لڑائیوں میں بھی صحابیاتؓ شرکت کرتی تھیں، ۲۸ھ میں جزیرہ قبرص پر حملہ ہوا تو حضرت ام حرام اس میں شامل ہوئیں،[۱]

میدانِ جنگ میں اس کے علاوہ صحابیاتؓ اور خدمات بھی انجام دیتی تھیں، مثلاً (۱) پانی پلانا (۲) زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا (۳) مقتولوں اور زخمیوں کو اٹھاکر میدان جنگ سے لیجانا (۴) چرخہ کاتنا (۵) تیر اٹھاکر دینا (۶) خورد و نوش کا انتظام کرنا، پکانا (۷) قبر کھودنا (۸) فوج کو ہمت دلانا، چنانچہ حضرت عائشہؓ، ام سلیمؓ، ام سلیطؓ نے غزوۂ احد میں مشک بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلایا تھا،[۲] ام سلیمؓ اور انصار کی چند عورتیں زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں، اور اس مقصد کے لیے وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں،[۳] ربیع بنت معوذؓ وغیرہ نے شہداء و مجروحین کو قتل گاہ سے اٹھاکر مدینہ پہنچایا تھا،[۴] ام زیاد اشجعیہ اور دوسری پانچ عورتوں نے غزوۂ خیبر میں چرخہ کات کر مسلمانوں کو مدد دی تھی، وہ تیر اٹھاکر لاتی، اور ستو پلاتی تھیں،[۵] حضرت ام عطیہؓ نے سات غزوات میں صحابہؓ کے لیے کھانا پکایا تھا،[۶] اغواث اور ارشث وغیرہ کی جنگوں میں جو خلافت فاروقی میں ہوئیں، عورتوں اور بچوں نے گورکنی کی خدمت انجام دی تھی،[۷] اور جنگ یرموک میں جب مسلمانوں کا میمنہ ہٹتے ہٹتے حرم کے خیمہ گاہ تک آگیا تو ہندؓ اور خولہؓ وغیرہ نے پرجوش اشعار پڑھ کر لوگوں کو غیرہ دلائی تھی،[۸]

اشاعتِ اسلام بھی مذہب کی ایک بڑی خدمت ہے، اور صحابیاتؓ نے اس سلسلے میں خاص کوششیں کی ہیں، چنانچہ حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کی دعوت پر حضرت عمرؓ نے

---

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۹ [۲] صحیح بخاری [۳] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۲ [۴] بخاری کتاب الطب ہل یداوی الرجل المرأۃ

[۵] ابوداؤد ج ۱ ص ۴۰ [۶] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۵ [۷] طبری ج ۶ ص ۲۲۱۷ [۸] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۶۳

اسلام قبول کیا تھا[1]، ام سلیمؓ کی ترغیب سے ابو طلحہؓ نے آستانۂ اسلام پر سر جھکایا تھا[2]، عکرمہؓ اپنی بیوی ام حکیمؓ کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے تھے[3]، اور ام شریک دوسیہ کی وجہ سے قریش کی عورتون مین اسلام پھیلا تھا، جو نہایت مخفی طور پر اس خدمت کو انجام دیتی تھین[4]،

اسلام کی حفاظت بھی ایک اہم کام ہے، اور متعدد صحابیاتؓ مین سب سے زیادہ اس خدمت کو حضرت عائشہؓ صدیقہ نے ادا کیا ہے، ۳۵ھ مین جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور نظامِ مذہب درہم برہم ہوگیا تو انھون نے اصلاح کی آواز بلند کی، جس پر مکہ اور بصرہ کے لوگون نے لبیک کہا،

نماز کی امامت بھی ایک اہم کام ہے، اور متعدد صحابیات نے اس کو کبھی کبھی عورتون کے مجمع مین انجام دیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، ام ورقہ بنتؓ عبد اللہ اور سعدہ بنتؓ قمامہ عورتون کی امامت کیا کرتی تھین، ام ورقہؓ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ انھون نے اپنے مکان کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا، جہان وہ ہمیشہ امامت کرتی اور اذان دیتی تھین[5]، (عورت کی اقتدا عورت کے پیچھے درست ہے، مگر حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے)

سیاسی کارنامے

صحابیاتؓ نے متعدد سیاسی خدمتین بھی انجام دی ہین، چنانچہ حضرت شفاءؓ بنت عبد اللہ اس درجہ صائب الرائے تھین، کہ حضرت عمرؓ ان کی تحسین کرتے اور ان سے مشورہ لیتے تھے[6]، حضرت عمرؓ نے بسا اوقات بازار کا انتظام بھی ان کے سپرد کیا ہے[7]،

ہجرت سے قبل جب قریش نے کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرنا چاہا تو رقیقہ بنتؓ صیفی نے جو عبد المطلب کی بھتیجی تھین، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ارادہ کی اطلاع دی تھی،

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۱۹ [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۰۶ [3] مسند [4] مؤطا مالک کتاب النکاح [5] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۳۲ [6] کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۴۵ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۸۶ و ۴۹۴ [7] ایضاً ص ۴۸۶ [8] اصابہ ج ۸

چنانچہ آپؐ خوابگاہ مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے[1]

عورت کے سیاسی اختیارات اس قدر وسیع ہین کہ وہ دشمنون کو پناہ دے سکتی ہے۔ اور امام اس کے امان کو برقرار رکھ سکتا ہے، سنن ابی داؤد مین لکھا ہے کہ فتح مکہ کے زمانہ مین ام ہانیؓ نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیر تھین، ایک مشرک کو پناہ دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،[2]

قد اجرنا من اجرت و	تم نے جس کو پناہ یا امان دی ہم نے
امنا من امنت	بھی دی،

علمی کارنامے اسلامی علوم یعنی قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض مین متعدد صحابیاتؓ کمال رکھتی تھین، حضرت عائشہؓ، حفصہؓ، ام سلمہؓ اور ام ورقہؓ نے پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا،[3] ہند بنت اسیدؓ، ام ہشامؓ بنت حارثہ، رائطہؓ بنت حیان اور ام سعدؓ بنت سعد ابن ربیع بعض حصون کی حافظ تھین، ام سعدؓ قرآن مجید کا درس بھی دیتی تھین،[4]

تفسیر مین حضرت عائشہؓ کو خاص کمال تھا، چنانچہ صحیح مسلم کے آخر مین ان کی تفسیر کا معتد بہ حصہ منقول ہے،

حدیث مین ازواج مطہراتؓ عموماً اور حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ خصوصاً تمام صحابیات سے ممتاز تھین،[5] حضرت عائشہؓ کی روایات ۲۲۱۰ ہین، اور حضرت ام سلمہؓ نے ۳۷۸ حدیثین روایت کی ہین، ان کے علاوہ ام عطیہؓ اور اسماء بنت ابوبکرؓ، ام ہانیؓ اور فاطمہ بنت قیس بھی کثیر الروایہ گذری ہین،

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۵ [2] ابوداؤد جلد ا ص ۴۳۷ [3] فتح الباری ج ۹ ص ۴۴،
[4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۴ [5] ابن سعد ج ۲ ق ۲ ص ۱۲۶

فقہ مین حضرت عائشہؓ کے فتاوے اس قدر ہین کہ متعدد ضخیم جلدین تیار ہو سکتی ہین،[1] حضرت ام سلمہؓ کے فتاوے سے ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے، حضرت صفیہؓ، حفصہؓ، ام حبیبہؓ، جویریہؓ، میمونہؓ، فاطمہ زہراؓ، ام شریکؓ، ام عطیہؓ، اسماؓ بنت ابی بکرؓ، لیلیٰؓ بنت قائفؓ، خولاؓ بنت تویت، ام الدرداؓ، عاتکہؓ بنت زید، سہلہؓ بنت سہیل، فاطمہؓ بنت قیس، زینبؓ بنت ابو سلمہؓ، ام ایمنؓ، ام یوسفؓ، ام سلمہؓ کے فتاوے ایک مختصر رسالہ مین جمع کیے جا سکتے ہین،

فرائض مین حضرت عائشہؓ کو خاص مہارت تھی، اور بڑے بڑے صحابہؓ ان سے فرائض کے متعلق مسائل دریافت کرتے تھے،[2]

اسلامی علوم کے علاوہ اور علوم مین بھی صحابیاتؓ دستگاہ رکھتی تھین، مثلاً علم اسرار مین حضرت ام سلمہؓ کو پوری واقفیت تھی،[3] خطابت مین اسماؓ بنت سکن کا خاص شہرہ تھا،[4] تعبیر مین اسماؓ بنت عمیس مشہور تھین،[5]

طب اور جراحی مین رفیدہ اسلمیہؓ، ام مطاعؓ، ام کبشہؓ، حمنہ بنت جحشؓ، معاذہؓ، لیلیٰؓ، امیمہؓ، ام زیادؓ، ربیع بنت معوذؓ، ام عطیہؓ، ام سلیمؓ کو زیادہ مہارت تھی، رفیدہؓ کا خیمہ جس مین جراح خانہ بھی تھا، مسجد نبویؐ کے پاس تھا،[6]

شاعری مین خنساؓ، سعدیؓ، صفیہؓ، عاتکہؓ، [illegible]، ہند بنت حارثؓ، زینبؓ بنت عوام، اروی، عاتکہؓ بنت زید، ہند بنت اثاثہؓ، ام ایمنؓ، قتیلہ عبدریہ، کبشہ بنت رافع، میمونہ بلویہؓ، نعمؓ، رقیقہؓ زیادہ نامور ہین، خنساؓ کا جواب آج تک عورتون مین نہین آیا،[7]

---

[1] اعلام الموقعین ابن قیم ج [illegible] ص [illegible]، [2] ابن سعد ج ۲ ق ۲ ص ۱۲۶، [3] مسند، [4] اصابہ ج ۸ ص ۱۲، [5] ایضاً

[6] ابن سعد ج ۸ ص ۲۱۳

ان کا دیوان چھپ گیا ہے،

عملی کارنامے | اس سے مراد صنعت و حرفت ہے جس مین حیاکت، فلاحت، کتابت، تجارت اور خیاطت وغیرہ داخل ہین، اسد الغابہ اور مسند احمد بن حنبل کی متعدد روایتون سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابیات عموماً کپڑا بنا کرتی تھین، جو ان کو اور ان کی اولاد کو کافی ہوتا تھا،[1]

کاشتکاری تمام صحابیات نہین کرتی تھین، بلکہ وہ مدینہ یا دیگر سرسبز مقامات کے باشندون کے ساتھ مخصوص تھی، مدینہ مین عموماً انصار کی عورتین کاشتکاری کرتی تھین، مہاجر عورتون مین حضرت اسمارؓ کا بھی یہی مشغلہ تھا،[2]

لکھنا بہت سی صحابیات جانتی تھین، چنانچہ شفارؓ بنت عبد اللہ کو اس مین خاص طور پر شہرت حاصل ہے جنھون نے ایام جاہلیت ہی مین لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، شفارؓ کے علاوہ حضرت حفصہؓ، ام کلثومؓ بنت عقبہ اور کریمہ بنت المقدادؓ بھی لکھنا جانتی تھین، حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کو اگرچہ پڑھنا آتا تھا لیکن لکھنا نہین آتا تھا،[3]

صحابیاتؓ مین بعض عورتین تجارت بھی کرتی تھین، چنانچہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت نہایت وسیع پیمانہ پر شام سے تھی،[4] حولارؓ، ملیکہؓ ثقفیہ اور بنت مخربہؓ عطر کی تجارت کیا کرتی تھین،[5]

سینا عام تھا، چنانچہ فاطمہ بنت شیبہؓ وغیرہ کے حالات سے اس کا پتہ چلتا ہے،

شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات مین انصار کی لڑکیان گیت گالیتی تھین، بلکہ کبھی کبھی شادی بیاہ اور خوشی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اشعار گائے ہین،

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۹ و مسند ج ۶ ص ۱۰۶، [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۶، [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۷۴ و ۴۷۸، [4] اصابہ ج ۸ ص ۱۸، [5] اسد الغابہ ص ۴۳۴ و ۵۴۸ ج ۵،

اور فریعہ بنت معوذؓ نے جو حدیث روایت کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دیدی تھی، مدینہ مین ایک بی بی تھین جن کا نام ارنبؓ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عائشہؓ نے ان کو انصار کی بعض شادیون مین گیت گانے کو بھیجا ہے، ارنبؓ کا تذکرہ اصابہ مین آیا ہے[1]،

ازواج مطہراتؓ مین حضرت ام سلمہؓ نغمہ کے ساتھ قرآن پڑھتی تھین، اور خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر پڑھ سکتی تھین[2]،

ان صنعتون کے علاوہ بعض صحابیاتؓ اور کام بھی جانتی تھین، مثلاً حضرت میمونہؓ طائف کی کھالین درست کرتی اور ان کو دباغت دیتی تھین[3]، حضرت زینبؓ بھی دباغت کا کام کرتی تھین[4]،

اس تمام تفصیل کے بعد اب ہم کو اس کتاب کے متعلق عرض کرنا ہے،

انتخاب و ترتیب | یہ کتاب صحابیاتؓ کے حالات مین ہے، اور سیر الصحابہؓ کی آخری جلد ہے، صحابیاتؓ کے حالات مین اگرچہ بعض مخصوص کتابین لکھی گئی ہین، مثلاً ابن اثیر المتوفی ۶۳۰؁ھ نے تاریخ النساء کے نام سے ایک کتاب لکھی، جو نایاب ہے[5]، اس کے علاوہ اسماء الرجال کی تمام کتابون مین ان کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا، چنانچہ ابن مندہ المتوفی ۳۹۵؁ھ، ابو نعیم (متوفی ۴۳۰؁ھ) قاضی ابن عبد البر (المتوفی ۴۶۳؁ھ) اور ابو موسیٰ اصفہانی (المتوفی ۵۸۱؁ھ) نے اپنی کتابون مین ان کے حالات لکھے ہین،

قاضی ابن عبد البر کی کتاب کا نام استیعاب ہے، اسمین ۳۹۸ صحابیاتؓ کے حالات ہین، جن مین مکررات ہین، اصابہ مین لکھا ہے کہ استیعاب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قاضی صاحب

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴ [2] مسند ج ۶ ص ۳۰۰ و ۳۰۲ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۴۰،
[4] ایضاً ص ۴۶۵ [5] ایضاً ص ۴۷۲

نے اپنے خیال مین تمام صحابہؓ کا استقصار کر لیا تھا، حالانکہ اگر صحابہؓ کو چھوڑ کر صرف صحابیاتؓ کو لیا جائے تب بھی یہ خیال غلط ٹھہرتا ہے، طبقات الصحابہؓ مین جو محمد بن سعد زہری کاتب واقدی کی تصنیف ہے، اور تیسری صدی کے اوائل مین لکھی گئی ہے، ۶۲۷ عورتون کے حالات ہین، جن مین ۹۴ غیر صحابیات ہین، ابن سعد نے اپنی کتاب کی آٹھوین جلد مستقل عورتوں کے حالات میں لکھی ہے،

قاضی صاحب کے بعد علامہ ابن اثیر جزری المتوفی سنہ ۶۳۰ھ نے اسد الغابہ کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی جس میں عورتوں کے حالات کا ایک حصہ مخصوص کیا، اس میں ۱۰۲۲ صحابیاتؓ کے نام ہیں جنمیں مکررات کے علاوہ ۲۶ مجہول عورتیں بھی ہیں،

نویں صدی میں حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ نے اسماء الرجال پر دو نہایت ضخیم کتابین لکھین، تہذیب التہذیب اور اصابہ فی تمیز الصحابہ، تہذیب کی بارہویں جلد کا ایک حصہ عورتون کے حالات میں ہے، جس میں ۳۲۲ عورتون کے تذکرے ہیں، ان میں مکرر نام بھی آگئے ہیں، اور تابعیات کے حالات بھی، البتہ اصابہ کی آٹھویں جلد خاص صحابیات کے حالات مین ہے، جس مین ۱۵۴۵ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے، اس مین مکررات بھی ہین اور کنیتین بھی، اصابہ مین صحابیاتؓ کی سب سے بڑی تعداد مذکور ہے،[1]

تاہم ان تمام کتابون مین چند خصائص مشترک ہین (۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسماء الرجال کے مصنفین کا مقصد محض نامون کا استقصار ہوتا ہے، ان کو اپنے مقصد کے لحاظ سے اس سے بحث نہین ہوتی کہ جو واقعات ہاتھ آئے ہین، ان سے

---

[1] یہ تعداد تخمینی ہے،

کوئی مفید تاریخی نتیجہ نکل سکتا ہے یا نہین؟ کیونکہ یہ بحث ان کے فن سے خارج ہے،
(۲) کثرت سے ان کو ایسے نام لکھنے پڑتے ہین، جن کے حالات دوسرے طریقون سے بالکل معلوم نہین ہوتے یہ وہ نام ہین جو بر سبیل تذکرہ کسی حدیث میں آگئے ہین،
(۳) بعض جگہ صرف کنیت یا لقب لکھ دیتے ہین کہ اس سے زیادہ ان کا کوئی حال ان کو معلوم نہ ہوسکا (۴) کہیں بالکل مبہم تذکرہ کرتے ہین، مثلاً امرأت (ایک عورت) اور اس کے بعد کوئی واقعہ لکھتے ہین، اس سے زیادہ کا علم ہی نہین ہوتا (۵) عموماً جن عورتون کے حالات پہلے لکھ جاتے ہین، ان کا کنیتون اور القاب مین دوبارہ تذکرہ کرتے ہین، جس سے تکرار پیدا ہوتی ہے،

ان کے علاوہ ایک اور مشکل یہ ہے کہ ان تمام کتابون مین کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہیں ہے، تہذیب مین تو تابعیات تک کے حالات ہین، البتہ طبقات ابن سعد اس نکتہ چینی مین شامل نہین ہے، وہ ترتیب کے ساتھ لکھی گئی ہے، پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیون، پھوپھیون، ان کی لڑکیون اور ازواج مطہرات رضی کے تراجم ہین، پھر قریش اور عام مہاجرات کا تذکرہ ہے، اس کے بعد انصاریات رضی کے حالات ہین، جن مین ہر خاندان کا ذکر جدا جدا ہے، آخر مین ان عورتون کا تذکرہ ہے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجاے ازواج مطہرات رضی وغیرہ سے روایت کی ہے، اور یہ حصہ صحابیات سے بالکل الگ ہے،

اس مین شک نہین کہ صحابیات کے استقصا اور ان کی سیرتون کی ترتیب کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہین ہوسکتا، لیکن موجودہ زمانہ مین فن سیرت نگاری نے جو ترقی کی ہے، اس کے لحاظ سے یہ تمام کتابین ناکافی ہین، نیز مسلمانون کا موجودہ تنزل

ان کی کتابوں کو نئے آب و رنگ سے پیش کرنے کا داعی تھا، اس بنا پر ہم نے کتب اسماء الرجال کیساتھ صحاح ستہ اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ کا مطالعہ کر کے مفید معلومات کا اضافہ کیا، اور بالکل جدید انداز سے صحابیات کی سیر مرتب کین،

اسماء الرجال کی کتابوں مین مناقب پر زیادہ زور دیا جاتا تھا، ہم نے ان کے بجائے مذہبی، سیاسی، علمی اور اخلاقی کارناموں پر زیادہ توجہ کی، اور ان کو زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا، کیونکہ یہی وہ چیزین ہین جو ایک مردہ قوم کے قالب مین جان ڈال سکتی ہین، یہ وہ خیال تھا جس نے خود بخود صحابیاتؓ کی تعداد کو گھٹا دیا، جس سے ہمارا دائرۂ انتخاب بھی بہت کچھ محدود ہو گیا،

اس کتاب مین ۵۹ صحابیاتؓ کی سوانح عمریاں ہین، جو شرائط مذکورہ کے ساتھ لکھی گئی ہین، اور اس بنا پر یہ کتاب فن اسماء الرجال مین داخل ہونے کے بجائے صحابیات کی تاریخ بن گئی ہے، جس مین ان کے محاسنِ کمال کا ایک ایک خال و خط نظر آتا ہے،

واقعات کے انتخاب مین خاص احتیاط مدنظر رکھی گئی ہے، اور ان کو روایت و درایت کی کسوٹی پر جانچ لیا گیا ہے، اسی بنا پر بہت سے واقعات جو عام کتابون مین متداول ہین، اس کتاب مین نہین ملین گے،

اس مین ناظرین کو صحابیاتؓ کے حالات مین بعض ایسی روایتیں ملین گی جو مسائل فقہیہ کے معارض ہین، اس لیے یہ بات واضح رہنا چاہیے کہ یہ کتاب تذکرہ و تراجم کی ہے، اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس پاکیزہ جماعت کی زندگی کا نقشہ ہمارے سامنے آجائے، مسائل فقہیہ کی تشریح اور روایات مختلفہ کی تطبیق و ترجیح اس کا موضوع نہین

ہے، اس لیے اختلافی مسائل فقہیہ میں اس کتاب کو اپنے عمل کے لیے سند بنانا صحیح نہ ہوگا
ناظرین کی سہولت کے لیے اس قسم کی مندرجہ روایات پر نوٹ دیدیے گئے ہیں)

ان تمام باتوں کے ساتھ ممکن بلکہ اغلب ہے کہ مجھ سے تحریر میں کچھ فروگذاشتیں ہوگئی ہوں، لیکن انسان اس سے زیادہ اور کیا کرسکتا ہے۔ وقد قال اللہ تعالیٰ

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔

سعید انصاری
دار المصنفین اعظم گڈھ

۵ محرم سنہ ۱۳۴۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچۂ طبع ثانی

دار المصنفین نے سیر الصحابہؓ کا جو سلسلہ لکھا اور شائع کیا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مسلمانون مین اس کو مقبولیت بخشی، اور بہت سے سعادتمندون کو اس سے علمی و عملی فائدے پہنچائے، اس سے امید ہے کہ اس سلسلہ کے لکھنے والون کو انشاء اللہ تعالیٰ اجرِ آخرت بھی ملے گا،

اس سلسلہ کو دار المصنفین کے حسب ذیل رفقاء نے لکھ کر پورا کیا ہے،

(۱) مولانا عبد السلام صاحب ندوی،

(۲) مولانا حاجی معین الدین صاحب ندوی مرحوم سابق صدر مدرس مدرسۂ شمس الہدیٰ، پٹنہ،

(۳) مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،

(۴) مولانا سعید انصاری صاحب،

یہ سیر صحابیاتؓ آخر الذکر رفیق کے قلم سے نکلی ہے، اور یہ پہلی دفعہ آج سے ۲۳ برس پہلے ۱۳۴۱ھ مین چھپی تھی، اور اب وہ دوبارہ شائع کی جارہی ہے،

اس دوسرے اڈیشن پر ہمارے ایک اور رفیق مولانا محمد ادریس صاحب نگرامی ندوی نے نظر ثانی کی ہے، حوالون کی تصحیح بعض غلطیون کی اصلاح اور بعض مطالب مین مناسب ترمیم بھی انھون نے کی ہے جس کے لیے وہ شکریہ کے مستحق ہین، امید ہے کہ یہ کتاب اس کے بعد اپنی افادیت مین پہلے سے بہتر اور انشاء اللہ مولف اور مصحح دونوں کے لیے خیر جاری ثابت ہوگی،

مسلمان عورتین زمانہ کے نئے حالات سے بدل رہی ہین، ان کے سامنے سعادت مند خواتین کا کوئی اسوہ موجود نہین، اس لیے ان کا راہ سے ہٹنا دور از عقل نہین لیکن اگر ہماری بہنین اور بیٹیان اس کتاب کو اپنی زندگی کا نمونہ بنائین تو انھین معلوم ہوگا کہ دینداری، خداترسی، پاکیزگی، عفت اور صلاح و تقویٰ کے ساتھ وہ دنیا کو کیونکر نباہ سکتی ہین، اور دنیا اور آخرت دونون کی نیکیون کو اپنے آنچل مین کیسے سمیٹ سکتی ہین،

والسلام

سید سلیمان ندوی

ناظم دار المصنفین اعظم گڈھ

۱۶ر شعبان ۱۳۶۲ھ

حضرت خدیجہؓ

نام ونسب خدیجہ نام، ام ہند کنیت، طاہرہ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قصی پر پہنچکر ان کا خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا ہے، والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا، اور لوی بن غالب کے دوسرے بیٹے عامر کی اولاد تھیں،

حضرت خدیجہؓ کے والد اپنے قبیلہ مین نہایت معزز شخص تھے، مکہ آکر اقامت کی، عبد الدار ابن قصی کے جوان کے ابن عم تھے حلیف بنے، اور یہین فاطمہ بنت زائدہ سے شادی کی، جنکے بطن سے عام الفیل سے ۱۵ سال قبل حضرت خدیجہؓ پیدا ہوئین،[۱]

سن شعور کو پہنچین تو اپنے پاکیزہ اخلاق کی بنا پر طاہرہ[۲] کے لقب سے مشہور ہوئین،

نکاح باپ نے ان صفات کا لحاظ رکھ کر شادی کے لیے ورقہ بن نوفل کو جو برادر زادہ اور تورات وانجیل کے بہت بڑے عالم تھے، منتخب کیا، لیکن پھر کسی وجہ سے یہ نسبت نہ ہو سکی اور ابو ہالہ بن بناش تمیمی سے نکاح ہوگیا،[۳]

ابو ہالہ کے بعد عتیق بن عابد مخزومی کے عقد نکاح مین آئین،

اسی زمانہ مین حرب الفجار چھڑی، جس مین حضرت خدیجہؓ کے باپ لڑائی کے لیے نکلے اور مارے گئے،[۴] یہ عام الفیل سے ۲۰ سال بعد کا واقعہ ہے،[۵]

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۸ و ۱۰ [۲] اصابہ ج ۸ ص ۶۰ [۳] استیعاب ج ۲ ص ۷۸۳ [۴] طبقات ج ۸ ص ۹
[۵] ایضاً ص ۱ ج ۱ ق ۱

تجارت باپ اور شوہر کے مرنے سے حضرت خدیجہؓ کو سخت دقت واقع ہوئی، ذریعۂ معاش تجارت تھی، جس کا کوئی نگران نہ تھا، تاہم اپنے اعزہ کو معاوضہ دیکر مال تجارت بھیجتی تھین ایک مرتبہ مال کی روانگی کا وقت آیا تو ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم کو خدیجہؓ سے جاکر ملنا چاہیے۔ ان کا مال شام جائے گا، بہتر ہوتا کہ تم بھی ساتھ جاتے، میرے پاس روپیہ نہین، ورنہ مین خود تمھارے لیے سرمایہ مہیا کر دیتا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت "امین" کے لقب سے تمام مکہ مین تھی، اور آپ کے حسن معاملت، راستبازی، صدق و دیانت اور پاکیزہ اخلاقی کا عام چرچا تھا، حضرت خدیجہؓ کو اس گفتگو کی خبر ملی تو فوراً پیغام بھیجا کہ "آپ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائین، جو معاوضہ مین اورون کو دیتی ہون آپ کو اس کا مضاعف دون گی"، آنحضرت صلی اللہ وسلم نے قبول فرما لیا، اور مال تجارت لیکر میسرہ (غلام خدیجہؓ) کے ہمراہ بصریٰ تشریف لے گئے، اس سال کا نفع سالہائے گذشتہ کے نفع سے مضاعف تھا،[1]

حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح مین آتی ہین، حضرت خدیجہؓ کی دولت وثروت اور شریفانہ اخلاق نے تمام قریش کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا، اور ہر شخص ان سے نکاح کا خواہان تھا لیکن کارکنان قضا و قدر کی نظر انتخاب کسی اور پر پڑ چکی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال تجارت لیکر شام سے واپس آئے تو حضرت خدیجہؓ نے شادی کا پیغام بھیجا، نفیسہ بنت منیہ (یعلیٰ بن امیہ کی ہمشیر) اس خدمت پر مقرر ہوئی، آپ نے منظور فرمایا،[2] اور شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی، حضرت خدیجہؓ کے والد اگرچہ وفات پا چکے تھے، تاہم ان کے چچا عمرو بن اسد زندہ تھے، عرب مین عورتون کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھین، اسی بنا پر حضرت خدیجہؓ

۱؎ طبقات ج ۸ ق ۱ ص ۱۰ ۲؎ ایضاً ص ۹۴

نے چچا کے ہوتے خود براہ راست تمام مراتب طے کیے،

تاریخ معین پر ابو طالب اور تمام رؤساے خاندان جن مین حضرت حمزہؓ بھی تھے حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آئے، حضرت خدیجہؓ نے بھی اپنے خاندان کے چند بزرگون کو جمع کیا تھا، ابو طالب نے خطبۂ نکاح پڑھا، عمرو بن اسد کے مشورہ سے ۵۰۰ سو طلائی درہم مہر قرار پایا، اور خدیجہؓ طاہرہ حرم نبوت ہوکر ام المومنین کے شرف سے ممتاز ہوئین، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کے تھے اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی، یہ بعثت سے پندرہ سال قبل کا واقعہ ہے،[1]

اسلام | پندرہ برس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوئے اور فرائض نبوت کو ادا کرنا چاہا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ کو یہ پیغام سنایا، وہ سننے سے پہلے مومن تھین، کیونکہ ان سے زیادہ آپؐ کے صدقِ دعویٰ کا کوئی شخص فیصلہ نہین کرسکتا تھا، صحیح بخاری باب بدء الوحی مین یہ قصہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اور وہ یہ ہے،

عن عائشۃ انھا قالت اول مابدیٔ	حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا رویاے صادقہ
من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم	سے ہوئی، آپ جوکچھ خواب مین دیکھتے تھے
فکان لایری رویا الاجاءت مثل	سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوجاتا تھا،
فلق الصبح، ثم حبب الیہ الخلاء	اس کے بعد آپؐ خلوت گزین ہوگئے، چنانچہ
وکان یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ	کھانے پینے کا سامان لیکر غار حرا تشریف
وھو التعبد اللیالی ذوات العدد	لیجاتے، اور وہان تحنث یعنی عبادت کرتے تھے،

[1] اصابہ ج ۸ ص ۶۰

قبل ان ینزع الی اهله ویتزود
لذالك ثم یرجع الی خدیجةؓ
فیتزود لمثلها حتی جاءه الحق
وهو فی غار حراء فجاءه الملك
فقال اقرء فقلت ما انا بقارئ
قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی
الجهد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت
ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثانیة
حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال
اقرأ فقلت ما انا بقارئ قال فاخذنی
فغطنی الثالثة ثم ارسلنی فقال
اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَءْ وَرَبُّكَ
الْاَکْرَمُ، فرجع بها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم
یرجف فؤاده فدخل علی خدیجة
بنت خویلد فقال زملونی زملونی
فزملوه حتی ذهب عنه الروع
فقال لخدیجة واخبرها الخبر
لقد خشیت علی نفسی فقالت

جب سامان ہوچکتا تو پھر خدیجہؓ کے پاس
تشریف لاتے اور پھر واپس جاکر مراقبہ
مین مصروف ہوتے، یہانتک کہ ایک دن
فرشتۂ غیب نظر آیا، کہ آپ سے کہہ رہا ہے پڑھ،
آپ نے فرمایا مین پڑھا لکھا نہین، اس نے زور
سے دبایا، پھر مجھکو چھوڑ دیا، اور کہا پڑھ تو
مین نے پھر کہا کہ مین پڑھا لکھا نہین، پھر اس نے
دوبارہ زور سے دبایا، اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھ،
پھر مین نے کہا مین پڑھا لکھا نہین، اسی طرح
تیسری مرتبہ دباکر کہا پڑھ اس خدا کا نام
جس نے کائنات کو پیدا کیا، جس نے آدمی
کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ
تیرا خدا کریم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
گھر تشریف لائے تو جلال الٰہی سے لبریز تھے
آپ نے حضرت خدیجہؓ سے کہا مجھ کو کپڑا
اڑھاؤ مجھکو کپڑا اڑھاؤ، لوگون نے
کپڑا اوڑھایا تو ہیبت کم ہوئی، پھر حضرت
خدیجہؓ سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا
"مجھکو ڈر ہے" حضرت خدیجہؓ نے کہا

خدیجة کلا واللہ ما یخزیک اللہ
ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل
وتکسب المعدوم وتقری الضیف
وتعین علی نوائب الحق فانطلقت
بہ خدیجة حتی اتت بہ ورقة بن
نوفل بن اسد بن عبد العزی
ابن عم خدیجة وکان امرأ تنصر
فی الجاهلیة وکان یکتب الکتاب
العبرانی فیکتب من الانجیل بالعبرانیة
ماشاء اللہ ان یکتب وکان شیخا کبیرا
قد عمی فقالت لہ خدیجة یا ابن عم
اسمع من ابن اخیک فقال لہ ورقة
یا ابن اخی ماذا تری فاخبرہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم خبر ما رأی فقال
لہ ورقة هذا الناموس الذی
نزل اللہ علی موسی یا لیتنی فیہا جذعا
یا لیتنی اکون حیا اذ یخرجک قومک
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
او مخرجی هم قال نعم لم یات رجل

آپ متردد نہ ہوں، خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑیگا،
کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بےکسوں
اور فقیروں کے معاون رہتے ہیں، مہمان نواز ہیں
اور مصائب میں حق کی حمایت کرتے ہیں۔
پھر وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل
کے پاس لے گئیں، جو مذہباً نصرانی تھے،
عبرانی زبان جانتے تھے، اور عبرانی زبان
میں انجیل لکھا کرتے تھے، اب وہ بوڑھے
اور نابینا ہو گئے تھے، خدیجہؓ نے کہا کہ
اپنے بھتیجے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی
باتیں سنو، بولے ابن الاخ تم نے کیا دیکھا؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ کی
کیفیت بیان کی تو کہا یہ وہی ناموس ہے
جو موسیٰ پر اترا تھا، کاش مجھ میں اس وقت
قوت ہوتی اور زندہ رہتا جب آپ کی
قوم آپ کو شہر بدر کریگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے پوچھا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟
ورقہ نے جواب دیا ہاں جو کچھ آپ پر نازل
ہوا جب کسی پر نازل ہوتا ہے تو دنیا اسکی

قد بشل ما جئت به الا عودی	ہوجاتی ہے، اور اگر اس وقت تک
وان یدرکنی یومك انصرك نصرا	مین زندہ رہا تو تمھاری وزنی مدد کرونگا
مؤزرا ثم لم ینشب ورقة	اسکے بعد ورقہ کا بہت جلد انتقال ہوگیا
ان توفی وفتر الوحی [1]	اور وحی کچھ دنون کے لیے رک گئی۔

اس وقت تک نماز پنجگانہ فرض نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھا کرتے تھے، حضرت خدیجہؓ بھی آپ کے ساتھ نوافل مین شرکت کرتی تھین، ابن سعد کہتے ہین، [2]

مکث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدیجہؓ ایک
وخدیجة یصلیان سرا ماشاء اللہ	عرصہ تک خفیہ طور پر نماز پڑھا کیے۔

عفیف کندی سامان خرید نے کے لیے مکہ آئے، اور حضرت عباسؓ کے گھر مین فروکش ہوئے صبح کے وقت ایک دن کعبہ کی طرف نظر تھی، دیکھا کہ ایک نوجوان آیا، اور آسمان کی طرف دیکھکر قبلہ رخ کھڑا ہوگیا، پھر ایک لڑکا اس کے داہنی طرف آکر کھڑا ہوا پھر ایک عورت دونون کے پیچھے کھڑی ہوئی، نماز پڑھ کر یہ لوگ چلے گئے، تو عفیف نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ کوئی عظیم الشان واقعہ پیش آنے والا ہے، حضرت عباسؓ نے جواب دیا "ہان" پھر کہا جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد ہے، یہ دوسرا بھتیجا علی ہے، اور یہ محمدؐ کی بیوی (خدیجہؓ) ہے، میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اس کا مذہب پروردگار عالم کا مذہب ہے، اور وہ جو کچھ کرتا ہے، اس کے حکم سے کرتا ہے، دنیا مین جہانتک مجھ کو علم ہے اس خیال کے صرف یہی تین شخص ہین، [3]

عقیلی اس روایت کو ضعیف سمجھتے ہین، لیکن ہمارے نزدیک اس کے ضعیف ہونے

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲ و ۳ [2] طبقات ج ۸ ص ۱۰ [3] ایضاً ص ۱۰ و ۱۱

کی کوئی وجہ نہین، درایت کے لحاظ سے اس مین کوئی خرابی نہین، روایت کی حیثیت سے اس کے ثبوت کے متعدد طرق مین محدث ابن سعد نے اس کو نقل کیا ہے، بغوی، ابویعلی اور نسائی نے اسکو اپنی کتابون مین جگہ دی ہے، حاکم، ابن خیثمہ، ابن مندہ اور صاحب غیلانیات نے اسے مقبول مانا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسکو امام بخاری نے اپنی تاریخ مین درج کیا ہے، اور اسکو صحیح کہا ہے۔

حضرت خدیجہؓ نے صرف نبوت کی تصدیق ہی نہین کی، بلکہ آغاز اسلام مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی معین و مددگار ثابت ہوئین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چند سال تک کفار مکہ اذیت دیتے ہوئے ہچکچاتے تھے، اس مین بڑی حد تک حضرت خدیجہؓ کا اثر کام کر رہا تھا، اوپر گذر چکا ہے کہ آغاز نبوت مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "مجھکو ڈر ہے" تو انھون نے کہا کہ "آپ متردد نہ ہون، خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑیگا"۔ دعوت اسلام کے سلسلے مین جب مشرکین نے آپ کو طرح طرح کی اذیتین پہنچائین تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلّی اور تشفی دی، استیعاب مین ہے،[1]

فکان لا یسمع من المشرکین	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی تردید یا تکذیب
شیئا یکرھہ من رد علیہ وتکذیب لہ	سے جو کچھ صدمہ پہنچتا حضرت خدیجہؓ کے پاس آکر
الا فرج اللہ عنہ بہا تثبتہ وتصدقہ	دور ہو جاتا تھا، کیونکہ وہ آپ کی باتون کی تصدیق
وتخفف عنہ وتہون علیہ	کرتی تھین، اور مشرکین کے معاملہ کو آپ کے
ما یلقی من قومہ	سامنے ہلکا کرکے پیش کرتی تھین،

سنہ نبوی مین جب قریش نے اسلام کے تباہ کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو ایک گھاٹی مین محصور کیا جائے، چنانچہ ابوطالب مجبور ہو کر

[1] طبقات ج ۲ ص ۴۰،

تمام خاندان ہاشم کے ساتھ شعب ابو طالب مین پناہ گزین ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ بھی ساتھ آئین، سیرت ابن ہشام مین ہے[۱]،

وھی عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ومعہ فی الشعب — شعب ابو طالب مین تھین،

تین سال تک بنو ہاشم نے اس حصار مین بسر کی یہ زمانہ ایسا سخت گذرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر رہتے تھے، تاہم اس زمانہ مین بھی حضرت خدیجہؓ کے اثر سے کبھی کبھی کھانا پہنچ جاتا تھا، چنانچہ ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہؓ کا بھتیجا تھا، تھوڑے سے گیہون اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہؓ کے پاس بھیجے، راہ مین ابوجہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا چاہا، اتفاق سے ابوالبختری کہین سے آگیا، وہ اگرچہ کافر تھا لیکن اس کو رحم آیا، ابوجہل سے کہا ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانے کے لیے بھیجتا ہے تو کیون روکتا ہے[۲]،

وفات حضرت خدیجہؓ نکاح کے بعد ۲۵ برس تک زندہ رہین اور ۱۱ رمضان ۱۰ نبوی (ہجرت سے تین سال قبل[۳]) انتقال کیا، اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال ۶ ماہ کی تھی، چونکہ نماز جنازہ اس وقت تک مشروع نہین ہوئی تھی، اس لیے ان کی لاش اسی طرح دفن کر دی گئی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے، اور اپنی سب سے بڑی غمگسار کو داعی اجل کے سپرد کیا، حضرت خدیجہؓ کی قبر حجون مین ہے[۴]، اور زیارت گاہ خلائق ہے،

حضرت خدیجہؓ کی وفات سے تاریخ اسلام مین ایک جدید دور شروع ہوا یہی زمانہ ہے جو اسلام کا سخت ترین زمانہ ہے، اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سال کو عام الحزن (سال غم) فرمایا کرتے تھے، کیونکہ ان کے اٹھ جانے کے بعد قریش کو کسی شخص کا پاس نہین رہ گیا تھا، اور اب

---

[۱] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۲ [۲] ایضاً [۳] بخاری ج ۱ ص ۵۵۱ [۴] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۱

وہ نہایت بے رحمی اور بیباکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے تھے، اسی زمانہ مین آپ اہل مکہ سے ناامید ہو کر طائف تشریف لے گئے تھے،

اولاد

حضرت خدیجہؓ کے بہت سی اولاد ہوئی، ابوہالہ سے جو ان کے پہلے شوہر تھے، دو لڑکے پیدا ہوئے، جن کے نام ہالہ اور ہند تھے، دوسرے شوہر یعنی عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کا نام بھی ہند تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ اولادین ہوئین، دو صاحبزادے جو بچپن مین انتقال کر گئے، اور چار صاحبزادیان! نام حسب ذیل ہین،[1]

(۱) حضرت قاسمؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے لڑکے تھے، ان ہی کے نام پر آپ ابوالقاسم کنیت کرتے تھے، صغر سنی مین مکہ مین انتقال کیا، اس وقت پیرون چلنے لگے تھے، (۲) حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھین، (۳) حضرت عبد اللہ نے بہت کم عمر پائی، چونکہ زمانۂ نبوت مین پیدا ہوئے تھے، اس لیے طیب اور طاہر کے لقب سے مشہور ہوئے (۴) حضرت رقیہؓ (۵) حضرت ام کلثومؓ (۶) حضرت فاطمہ زہراؓ، ان سب مین ایک ایک سال کا چھوٹا بڑا پا تھا، حضرت خدیجہؓ اپنی اولاد کو بہت ہی چاہتی تھین، اور چونکہ دنیا نے بھی ساتھ دیا تھا یعنی صاحب ثروت تھین، اس لیے عقبہ کی لونڈی سلمہ کو بچون کی پرورش پر مقرر کیا تھا، وہ ان کو کھلاتی اور دودھ پلاتی تھی،

ازواج مطہراتؓ مین حضرت خدیجہؓ کو بعض خاص خصوصیتین حاصل ہین، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہین، وہ جب عقد نکاح مین آئین تو انکی عمر چالیس برس کی تھی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی مین دوسری شادی نہین کی حضرت ابراہیمؑ کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد ان ہی سے پیدا ہوئی،

---

[1] زرقانی جلد ۳ ص: ۲۲۰

فضائل و مناقب | ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہؓ کی عظمت و فضیلت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرض نبوت ادا کرنا چاہا تو فضائے عالم سے ایک آواز بھی آپ کی تائید مین نہ اٹھی، کوہ حرا، وادیِ عرفات جبل فاران غرض تمام جزیرۃ العرب آپ کی آواز پر ایک پیکر تصویر بنا ہوا تھا لیکن اس عالمگیر خاموشی مین صرف ایک آواز تھی جو فضائے مکہ مین تموج پیدا کر رہی تھی، یہ آواز حضرت خدیجہ طاہرہؓ کے قلب مبارک سے بلند ہوئی تھی، جو اس ظلمتکدۂ کفر و ضلالت مین انوار الٰہی کا دوسرا تجلی گاہ تھا

حضرت خدیجہؓ وہ مقدس خاتون ہین جنھون نے نبوت سے پہلے بت پرستی ترک کر دی تھی، چنانچہ مسند ابن حنبل مین روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ سے فرمایا، "بخدا مین کبھی لات و عزیٰ کی پرستش نہ کرون گا" انھون نے جواب دیا کہ لات کو جانے دیجیے، عزیٰ کو جانے دیجیے، یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجیے[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کی صدا بلند کی تو سب سے پہلے ان ہی نے اس پر لبیک کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کو انکی ذات سے جو تقویت تھی وہ سیرتِ نبویؐ کے ایک ایک صفحہ سے نمایان ہے، ابن ہشام مین ہے،

وکانت لہ وزیر صدق علی الاسلام	وہ اسلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی مشیر کار تھین،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ باوجود اس تمول اور اس دولت و ثروت کے جو ان کو حاصل تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت خود کرتی تھین، چنانچہ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ خدیجہؓ برتن مین کچھ لا رہی ہین، آپ ان کو خدا کا اور میرا اسلام پہنچا دیجیے[2]

(1 مسند ج ۶ ص ۲۲۲) (2 صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہ سے سخت محبت تھی لیکن وہ مکہ مین غلام کی حیثیت سے رہتے تھے، حضرت خدیجہؓ نے ان کو آزاد کیا، اور اب وہ کسی دنیاوی رئیس کے خادم ہونے کے بجائے شہنشاہ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلام تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت خدیجہؓ سے بے انتہا محبت تھی، آپ نے ان کی زندگی تک دوسری شادی نہین کی، ان کی وفات کے بعد آپ کا معمول تھا کہ جب گھر مین کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی سہیلیون کے پاس گوشت بھجواتے تھے، حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ گو مین نے خدیجہؓ کو نہین دیکھا لیکن مجھکو جس قدر ان پر رشک آتا تھا کسی اور پر نہین آتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے، ایک دفعہ مین نے اس پر آپ کو رنجیدہ کیا، لیکن آپ نے فرمایا کہ "خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے"[1]

ایک دفعہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ان کی بہن ہالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئین اور استیذان کے قاعدے سے اندر آنے کی اجازت مانگی، ان کی آواز حضرت خدیجہؓ سے ملتی تھی، آپ کے کانون مین آواز پڑی تو حضرت خدیجہؓ یاد آگئین، اور آپ جھجھک اٹھے اور فرمایا کہ "ہالہ ہون گی"۔ حضرت عائشہؓ بھی موجود تھین، ان کو نہایت رشک ہوا، بولین کہ آپ کیا ایک بڑھیا کی یاد کیا کرتے ہین جو مرچکین، اور خدا نے ان سے اچھی آپ کو بیویان دین"۔ صحیح بخاری مین یہ روایت یہین تک ہے لیکن استیعاب مین ہے کہ اس کے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہرگز نہین، جب لوگون نے میری تکذیب کی تو انھون تصدیق کی، جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائین، جب میرا کوئی معین نہ تھا تو انھون نے میری مدد[2] کی" اور میری اولاد ان ہی سے ہوئی"

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳ ([2] سیرۃ النبی مجلد دوم طبع دوم ص ۴۰۱)

حضرت خدیجہؓ کے مناقب میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں، صحیح بخاری اور مسلم میں ہے،

خیر نسائہا مریم بنت عمران	عالم میں افضل ترین عورت مریمؑ
وخیر نسائہا خدیجۃ بنت خویلد	اور خدیجہؓ ہیں،

ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، خدیجہؓ آئیں تو فرمایا،

بشرھا ببیت فی الجنۃ	انکو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت
من قصب لا صخب فیہ	سنا دیجئے جو موتی کا ہوگا اور جس میں شور وغل
ولا نصب[1]	اور محنت ومشقت نہ ہوگی،

(1) بخاری باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلہا،)

(۲)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب سودہ نام تھا، قبیلہ عامر بن لوی سے تھیں، جو قریش کا ایک نامور قبیلہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر ابن لوی، ماں کا نام شموس تھا، یہ مدینہ کے خاندان بنو نجار سے تھیں، ان کا پورا نام ونسب یہ ہے، شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن فراش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار

نکاح سکران رضی اللہ عنہ بن عمرو سے جو ان کے والد کے ابن عم تھے، شادی ہوئی۔

قبول اسلام ابتدائے نبوت میں مشرف بہ اسلام ہوئیں، ان کے ساتھ ان کے شوہر بھی اسلام لائے، اس بنا پر ان کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے، حبشہ کی پہلی ہجرت کے وقت تک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر مکہ ہی میں مقیم رہے، لیکن جب مشرکین کے ظلم وستم کی کوئی انتہا نہ رہی اور مہاجرین کی ایک بڑی جماعت ہجرت کے لیے آمادہ ہوئی تو اس میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر بھی شامل ہو گئے،

کئی برس حبشہ میں رہ کر مکہ کو واپس آئیں، اور سکران رضی اللہ عنہ نے کچھ دن کے بعد وفات پائی،

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حرم نبوت میں ازواج مطہرات میں یہ فضیلت صرف حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد سب سے پہلے وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پریشان وغمگین تھے، یہ

حالت دیکھکر خولہؓ بنت حکیم (عثمانؓ بن مظعون کی بیوی) نے عرض کی کہ آپ کو ایک مونس و رفیق کی ضرورت ہے. آپ نے فرمایا ہان. گھر بار بال بچون کا انتظام سب خدیجہؓ کے متعلق تھا. آپ کے ایما سے وہ حضرت سودہؓ کے والد کے پاس گئین، اور جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا انعم صباحا. پھر نکاح کا پیغام سنایا، انھون نے کہا ہان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شریف کفو ہین لیکن سودہؓ سے بھی تو دریافت کرو، غرض سب مراتب طے ہوگئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے. اور سودہؓ کے والد نے نکاح پڑھایا، چارسودرہم مہر قرار پایا، نکاح کے بعد عبداللہ بن زمعہ (حضرت سودہؓ کے بھائی) جو اس وقت کافر تھے. آئے اور ان کو یہ حال معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈال لی کہ کیا غضب ہوگیا، چنانچہ اسلام لانے کے بعد اپنی اس حماقت ونادانی پر ہمیشہ ان کو افسوس آتا تھا[1]،

حضرت سودہؓ کا نکاح رمضان سنہ ۱۰ نبوی مین ہوا، اور چونکہ ان کے اور حضرت عائشہؓ کے نکاح کا زمانہ قریب قریب ہے. اس لیے مورخین مین اختلاف ہے. کہ کس کو تقدم حاصل ہے، ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سودہؓ کو تقدم ہے، اور عبداللہ بن محمد بن عقیل حضرت عائشہؓ کو مقدم سمجھتے ہین[2]،

بعض روایتون مین ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنے پہلے شوہر کی زندگی مین ایک خواب دیکھا تھا، ان سے بیان کیا تو بولے کہ شاید میری موت کا زمانہ قریب ہے، اور تمھارا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا، چنانچہ یہ خواب حرف بحرف پورا ہوا[3]،

عام حالات	نبوت کے تیرہوین سال جب آپ نے مدینہ منورہ مین ہجرت کی تو حضرت زیدؓ

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۱ [2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ و زرقانی ج ۳ ص ۲۶۰

[3] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۰ و طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۸ و ۳۹

ابن حارثہ کو مکہ بھیجا کہ حضرت سودہؓ وغیرہ کو لیکر آئین، چنانچہ وہ اور حضرت فاطمہ زہرا حضرت زیدؓ کے ہمراہ مدینہ آئین،

سنہ ۱۰ ہجری مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو حضرت سودہؓ بھی ساتھ تھین، چونکہ وہ بلند و بالا اور فربہ اندام تھین اور اس وجہ سے تیزی کے ساتھ چل پھر نہین سکتی تھین، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ اور لوگون کے مزدلفہ سے روانہ ہونے کے قبل ان کو چلا جانا چاہیے، کیونکہ ان کو بھیڑ بھاڑ مین چلنے سے تکلیف ہوگی[1]

وفات | ایک دفعہ ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھین، انھون نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! ہم مین سب سے پہلے کون مرے گا، فرمایا کہ جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہو، لوگون نے ظاہری معنی سمجھے، ہاتھ ناپے گئے تو سب سے بڑا ہاتھ حضرت سودہؓ کا تھا[2] لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی بڑائی سے آپ کا مقصود سخاوت اور فیاضی تھی، بہرحال واقدی نے حضرت سودہؓ کا سال وفات ۵۴ھ بتایا ہے[3] لیکن ثقات کی روایت یہ ہے کہ انھون نے حضرت عمرؓ کے اخیر زمانۂ خلافت مین انتقال کیا تھا[4]

حضرت عمرؓ نے ۲۳ھ مین وفات پائی ہے، اس لیے حضرت سودہؓ کی وفات کا سال سنہ ۲۲ھ ہوگا، خمیس مین یہی روایت ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح ہے[5]، اور اس کو امام بخاری، ذہبی، جزری، ابن عبد البر اور خزرجی نے اختیار کیا ہے،

اولاد | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اولاد نہین ہوئی، پہلے شوہر (حضرت سکرانؓ) سے ایک لڑکا یادگار چھوڑا تھا جس کا نام عبد الرحمن تھا، انھون نے جنگ جلولاء (فارس) مین

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۸ [2] طبقات ج ۸ ص ۳۷ [3] طبقات ابن سعد ج ۸ (ص ۳۶ و ۳۹)

[4] اسد الغابہ و استیعاب و خلاصۂ تہذیب حالات سودہؓ [5] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۲

شہادت حاصل کی[۱]

حلیہ | ازواج مطہرات مین حضرت سودہؓ سے زیادہ کوئی بلند و بالا نہ تھا حضرت عائشہؓ کا قول ہو کہ جس نے ان کو دیکھ لیا، اس سے وہ چھپ نہین سکتی تھین[۲]، زرقانی مین ہو کہ ان کا ڈیل لانبا تھا،[۳]

فضل و کمال | حضرت سودہؓ سے صرف پانچ حدیثین مروی ہین جن مین سے بخاری مین صرف ایک ہے، صحابہ مین حضرت ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ اور یحییٰ بن عبدالرحمٰنؓ (بن اسعد بن زرارہ) نے ان سے روایت کی ہے،

اخلاق | حضرت عائشہؓ فرماتی ہین[۴]

ما من الناس امرءۃ احب	سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھکر
الی ان اکون فی مسلاخھا	مجھے یہ خیال نہین ہوا کہ اس کے قالب
من سودۃ	مین میری روح ہوتی،

اطاعت اور فرمانبرداری مین وہ تمام ازواج مطہرات سے ممتاز تھین، آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ "میرے بعد گھر مین بیٹھنا"[۵] چنانچہ حضرت سودہؓ نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لیے نہ نکلین، فرماتی تھین کہ مین حج اور عمرہ دونون کر چکی ہون، اور اب خدا کے حکم کے مطابق گھر مین بیٹھون گی،[۶]

سخاوت اور فیاضی بھی ان کا ایک نمایان وصف تھا، اور حضرت عائشہؓ کے سوا وہ اس وصف مین بھی سب سے ممتاز تھین، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کی خدمت

---

[۱] زرقانی ج ۲ ص ۲۶۰ [۲] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۰۰، [۳] زرقانی ج ۳ ص ۲۵۹ [۴] طبقات ج ۸ ص ۳۶

[۵] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۱ [۶] طبقات ج ۸ ص ۳۸

مین ایک تھیلی بھیجی، لانے والے سے پوچھا، اس مین کیا ہے؟ بولا درہم، بولین کھجور کی طرح تھیلی مین درہم بھیجے جاتے ہین، یہ کہکر اسی وقت سب کو تقسیم کر دیا[1]، وہ طائف کی کھالین بناتی تھین، اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی، اس کو نہایت آزادی کے ساتھ نیک کامون مین صرف کرتی تھین،

ایثار مین بھی وہ ممتاز حیثیت رکھتی تھین، وہ اور حضرت عائشہؓ آگے پیچھے نکاح مین آتی تھین، لیکن چونکہ ان کا سن بہت زیادہ تھا، اس لیے جب بوڑھی ہوگئین تو ان کو سوء ظن ہوا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دیدین، اور شرف صحبت سے محروم ہوجائین، اس بنا پر انھون نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دیدی، اور انھون نے خوشی سے قبول کرلی[2]،

مزاج تیز تھا، حضرت عائشہؓ ان کی بیحد معترف تھین لیکن کہتی ہین کہ وہ بہت جلد غصہ سے بھڑک اٹھتی تھین، ایک مرتبہ قضاے حاجت کے لیے صحرا کو جارہی تھین، راستہ مین حضرت عمرؓ مل گئے، چونکہ حضرت سودہؓ کا قد نمایان تھا، انھون نے پہچان لیا، حضرت عمرؓ کو ازواج مطہرات کا باہر نکلنا ناگوار تھا، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پردہ کی تحریک کر چکے تھے اس لیے بولے سودہؓ تم کو ہم نے پہچان لیا، حضرت سودہؓ کو سخت ناگوار ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچین اور حضرت عمرؓ کی شکایت کی، اسی واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی،

باانیہمہ ظرافت اس قدر تھی کہ کبھی کبھی اس انداز سے چلتی تھین کہ آپ ہنس پڑتے تھے، ایک مرتبہ کہنے لگین کہ کل رات کو مین نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی تھی، آپؐ نے (اسقدر دیر تک) رکوع کیا کہ مجھکو نکسیر پھوٹنے کا شبہہ ہوگیا، اس لیے مین دیر تک ناک پکڑے رہی، آپ اس جملہ کو سنکر مسکرا اٹھے[5]،

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۱۸ [2] ایضاً ص ۶۵ حالات خاتمہ [3] صحیح بخاری و مسلم (کتاب النکاح جواز ہبۃ نوبتہا لضرتہا) [4] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶ [5] ابن سعد ج ۸ ص ۳۷

دجال سے بہت ڈرتی تھین، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کے پاس آرہی تھین، دونون نے مذاق کے لہجہ مین کہا، تم نے کچھ سنا؟ بولین کیا؟ کہا دجال نے خروج کیا، حضرت سودہؓ یہ سنکر گھبرا گئین، ایک خیمہ جس مین کچھ آدمی آگ سلگا رہے تھے، قریب تھا، فوراً اس کے اندر داخل ہوگئین، حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ ہنستی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچین، اور آپ کو اس مذاق کی خبر کی، آپ تشریف لائے اور خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ ابھی دجال نہین نکلا ہے، یہ سن کر حضرت سودہؓ باہر آئین تو مکڑی کا جالا بدن مین لگا ہوا تھا اس کو باہر آکر صاف کیا،[1]

میرے نزدیک یہ روایت مشکوک، اور سنداً ضعیف ہے،

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۶۵

(۳)

حضرت عائشہؓ

نام ونسب | عائشہ نام، صدیقہ اور حمیرا لقب، ام عبد اللہ کنیت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں، ماں کا نام زینب تھا، ام رومان کنیت تھی، اور قبیلہ غنم بن مالک سے تھیں،

حضرت عائشہؓ بعثت کے چار برس بعد شوال کے مہینہ میں پیدا ہوئیں، صدیق اکبر کا کاشانہ وہ برج سعادت تھا، جہاں خورشید اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے پرتوفگن ہوئیں، اس بنا پر حضرت عائشہؓ اسلام کی ان برگزیدہ شخصیتوں میں ہیں جن کے کانون نے کبھی کفروشرک کی آواز نہیں سنی، خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا انکو مسلمان پایا،[۱]

حضرت عائشہؓ کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا، وائل کی کنیت ابوالقعیس تھی، وائل کے بھائی افلح، حضرت عائشہؓ کے رضاعی چچا کبھی کبھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے وہ ان کے سامنے آتی تھیں،[۲] رضاعی بھائی بھی کبھی کبھی ملنے آیا کرتا تھا،[۳]

نکاح | تمام ازواج مطہراتؓ میں یہ شرف صرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنواری بیوی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب ہوئی تھیں، لیکن جب حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیمؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر ام رومان سے کہا، اور انھوں نے حضرت ابوبکرؓ سے ذکر کیا،

---

[۱] بخاری ج ۱ ص ۵۵۲ [۲] ایضاً ص ۳۲۰ [۳] ایضاً ص ۳۶۱

توچونکہ یہ ایک قسم کی وعدہ خلافی تھی، بولے کہ جبیر بن مطعم سے وعدہ کرچکا ہون لیکن مطعم نے خود اس بنا پر انکار کردیا کہ اگر حضرت عائشہؓ ان کے گھر مین گئین تو گھر مین اسلام کا قدم آجائیگا، بہرحال حضرت ابوبکرؓ نے خولہ کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کردیا، پانسو درہم مہر قرار پایا یہ سنہ ۱۰ نبوی کا واقعہ ہے، اس وقت حضرت عائشہؓ چھ برس کی تھین،

یہ نکاح اسلام کی سادگی کی حقیقی تصویر تھا، عطیہؓ اس کا واقعہ اس طرح بیان کرتی ہین کہ حضرت عائشہؓ لڑکیون کے ساتھ کھیل رہی تھین، ان کی انا آئی اور ان کو لے گئی، حضرت ابوبکرؓ نے آکر نکاح پڑھادیا، حضرت عائشہؓ خود کہتی ہین کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھکو خبر تک نہ ہوئی، جب میری والدہ نے باہر نکلنے مین روک ٹوک شروع کی، تب مین سمجھی کہ میرا نکاح ہوگیا، اس کے بعد میری والدہ نے مجھے سمجھا بھی دیا۔"

نکاح کے بعد مکہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ۳ سال تک رہا، ۱۳ سنہ نبوی مین آپ نے ہجرت کی تو حضرت ابوبکرؓ ساتھ تھے، اور اہل وعیال کو دشمنون کے نرغہ مین چھوڑ آئے تھے، جب مدینہ مین اطمینان ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے عبداللہ بن اریقط کو بھیجا کہ ام رومانؓ، اسماءؓ اور عائشہؓ کو لے آئین، مدینہ مین آکر حضرت عائشہؓ سخت بخار مین مبتلا ہوئین، اشتداد مرض سے سر کے بال جھڑ گئے، صحت ہوئی تو ام رومانؓ کو رسم عروسی ادا کرنے کا خیال آیا، اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۹ سال کی تھی سہیلیون کے ساتھ جھولا جھول رہی تھین کہ ام رومانؓ نے آواز دی، ان کو اس واقعہ کی خبر تک نہ تھی، ماں کے پاس آئین، انھون نے منہ دھویا، بال درست کیے، گھر مین لے گئین، انصار کی عورتین انتظار مین تھین، یہ گھر مین داخل ہوئین تو سب نے مبارک باد دی، تھوڑی دیر کے بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، شوال مین

ل طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۰ ۲ صحیح بخاری باب الہجرة ۳ صحیح بخاری تزویج عائشہؓ و مسند ابن حنبل جلد

نکاح ہوا تھا، اور شوال ہی مین یہ رسم ادا کی گئی،

حضرت عائشہ رض کے نکاح سے عرب کے بعض بیہودہ خیالات مین اصلاح ہوئی،

(۱) عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہین کرتے تھے، اسی بنا پر جب خولہ رض نے حضرت ابوبکر رض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ظاہر کیا تو انھون نے حیرت سے کہا کہ "کیا یہ جائز ہے؟ عائشہ رض تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے" لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت اخی فی الاسلام، تم تو صرف مذہبی بھائی ہو، (۲) اہل عرب شوال مین شادی نہین کرتے تھے، زمانہ قدیم مین اس مہینہ مین طاعون آیا تھا، حضرت عائشہ رض کی شادی اور رخصتی دونون شوال مین ہوئین،

عام حالات غزوات مین سے صرف غزوۂ احد مین حضرت عائشہ رض کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، صحیح بخاری مین حضرت انس رض سے منقول ہے کہ مین نے عائشہ رض اور ام سلیم رض کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھین اور زخمیون کو پانی پلاتی تھین[1]"

غزوۂ مصطلق مین کہ ۵ھ کا واقعہ ہے، حضرت عائشہ رض آپ کے ساتھ تھین، واپسی مین انکا ہار کہین گر گیا، پورے قافلہ کو اترنا پڑا، نماز کا وقت آیا، تو پانی نہ ملا، تمام صحابہ رض پریشان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، اور تیمم کی آیت نازل ہوئی، اس اجازت سے تمام لوگ خوش ہوئے، اسید بن حضیر رض نے کہا "اے آل ابوبکر! تم لوگون کے لیے سرمایۂ برکت ہو"

اسی لڑائی مین واقعۂ افک پیش آیا یعنی منافقین نے حضرت عائشہ رض پر تہمت لگائی، احادیث اور سیر کی کتابون مین اس واقعہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن جس واقعہ کی نسبت قرآن مجید مین صاف مذکور ہے، کہ سننے کے ساتھ لوگون نے یہ کیون نہین کہدیا کہ "بالکل افترا ہے"

[1] بخاری ج ۲ ص ۵۸۱،

اس کو تفصیل کے ساتھ لکھنے کی چندان ضرورت نہیں،

سنہ ۹ ھ مین تحریم اور ایلاء تخییر کا واقعہ پیش آیا، اور واقعہ تحریم کی تفصیل حضرت حفصہؓ کے حالات مین آئے گی، البتہ واقعہ ایلا کی تفصیل اس مقام پر کیجاتی ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے، دو دو مہینے گھر مین آگ نہین جلتی تھی، آئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے، ازواج مطہراتؓ گو شرف صحبت کی برکت سے تمام ابنائے جنس سے ممتاز ہو گئی تھین، تاہم بشریت بالکل معدوم نہین ہوسکتی تھی، خصوصاً وہ دیکھتی تھین کہ فتوحات اسلام کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے، اور غنیمت کا سرمایہ اس قدر پہنچ گیا ہے کہ اس کا ادنی حصہ بھی ان کی راحت و آرام کے لیے کافی ہوسکتا ہے ان واقعات کا اقتضا تھا کہ ان کے صبر و قناعت کا جام لبریز ہو جاتا تھا،

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ خدمت نبوی مین حاضر ہوئے، دیکھا کہ بیچ مین آپ ہین، ادھر اُدھر بیویان بیٹھی ہین، اور توسیع نفقہ کا تقاضا ہے، دونون اپنی صاحبزادیون کی تنبیہ پر آمادہ ہو گئے، لیکن انھون نے عرض کی کہ ہم آیندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دین گے،

دیگر ازواج اپنے مطالبہ پر قائم رہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون خاطر مین یہ چیز اس قدر خلل انداز ہوئی کہ آپنے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملین گے، اتفاق یہ کہ اسی زمانہ مین آپ گھوڑے سے گر پڑے اور ساق مبارک پر زخم آیا، آپنے بالاخانہ پر تنہا نشینی اختیار کی، واقعات کے قرینہ سے لوگون نے خیال کیا کہ آپنے تمام ازواج کو طلاق دیدی لیکن جب حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپنے ازواج کو طلاق دیدی؟ تو آپنے فرمایا نہین"، یہ سنکر حضرت عمرؓ اللہ اکبر پکار اٹھے،

جب ایلاء کی مدت یعنی ایک مہینہ گذر چکا تو آپ بالاخانہ سے اتر آئے، سب سے پہلے حضرت

عائشہؓ کے پاس تشریف لائے، وہ ایک ایک دن گنتی تھیں، بولیں "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپنے ایک مہینہ کیلئے عہد فرمایا تھا، ابھی تو انتیس ہی دن ہوئے ہین، ارشاد ہوا مہینہ کبھی انتیس کا بھی ہوتا ہے۔"

اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی، اس آیت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہراتؓ کو مطلع فرمادین کہ دو چیزین تمھارے سامنے ہین، دنیا اور آخرت، اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ مین تم کو رخصتی جوڑے دیکر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دون، اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی راحت کی طلبگار ہو تو خدا نے نکوکارون کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے، چونکہ حضرت عائشہؓ ان تمام معاملات مین پیش پیش تھین، آپنے ان کو ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا، انھون نے کہا "مین سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہون"، تمام اور ازواج نے بھی یہی جواب دیا[1]،

ربیع الاول ۱۱ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، ۱۳ دن علیل رہے، جن مین ۸ دن حضرت عائشہؓ کے حجرہ مین اقامت فرمائی خلق عظیم کی بنا پر ازواج مطہراتؓ سے صاف طور پر اجازت نہین طلب کی، بلکہ پوچھا کہ کل مین کس کے گھر رہون گا؟ دوسرا دن (دوشنبہ) حضرت عائشہؓ کے ہان قیام فرمانے کا تھا، ازواج مطہراتؓ نے مرضئ اقدس سمجھکر عرض کی کہ آپ جہان چاہین قیام فرمائین، ضعف اس قدر زیادہ ہو گیا تھا کہ چلا نہین جاتا تھا، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دونون بازو تھام کر بمشکل حضرت عائشہؓ کے حجرہ مین لائے،

وفات سے پانچ روز پہلے (جمعرات کو) آپؐ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیان رکھوائی تھین، دریافت فرمایا کہ عائشہؓ! وہ اشرفیان کہان ہین؟ کیا محمد خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا، جاؤ ان کو خدا کی راہ مین خیرات کر دو[2]،

جس دن وفات ہوئی (یعنی دوشنبہ کے روز) بظاہر طبیعت کو سکون تھا لیکن دن جیسے

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۲، وصحیح مسلم باب الایلاء [2] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۴۹،

چڑھتا جاتا تھا، آپ پر غشی طاری ہوتی تھی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، آپ جب تندرست تھے تو تو فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ موت کو قبول کریں یا حیات دنیا کو ترجیح دیں، اس حالت میں اکثر آپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے رہے مع الذین انعم اللہ علیھم، اور کبھی یہ فرماتے اللھم فی الرفیق الاعلیٰ وہ سمجھ گئیں کہ اب صرف رفاقت الٰہی مطلوب ہے، وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰنؓ خدمت اقدس میں آئے، آپ حضرت عائشہؓ کے سینہ پر سر ٹیک کر بیٹھے تھے، عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ میں مسواک تھی، مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا، حضرت عائشہؓ سمجھیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں، عبدالرحمٰنؓ سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی، اور خدمت اقدس میں پیش کی، آپ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی، حضرت عائشہؓ فخریہ کہا کرتی تھیں کہ تمام بیویوں میں مجھی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخر وقت میں بھی میرا جھوٹا آپ کے منہ میں لگایا"

اب وفات کا وقت قریب آرہا تھا، حضرت عائشہؓ آپ کو سنبھالے بیٹھی تھیں کہ دفعۃً بدن کا بوجھ معلوم ہوا، دیکھا تو آنکھیں پھٹ کر چھت سے لگ گئی تھیں، اور روح پاک عالم قدس میں پرواز کر گئی تھی، حضرت عائشہؓ نے آہستہ سے سر اقدس تکیہ پر رکھ دیا اور رونے لگیں،

حضرت عائشہؓ کے ابواب مناقب کا سب سے زرین باب یہ ہے کہ ان کے حجرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن بننا نصیب ہوا، اور نعش مبارک اسی حجرہ کے ایک گوشہ میں سپرد خاک کی گئی، چونکہ ازواج مطہراتؓ کے لیے خدا نے دوسری شادی ممنوع قرار دی تھی، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہؓ نے ۴۸ سال بیوگی کی حالت میں بسر کیے، اس زمانہ میں ان کی زندگی کا مقصد وحید قرآن و حدیث کی تعلیم تھا، جس کا ذکر آئندہ آئے گا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو برس بعد ۱۳ھ مین حضرت ابوبکرؓ نے انتقال فرمایا، اور حضرت عائشہؓ کے لیے یہ سایۂ شفقت بھی باقی نہ رہا،

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے، انھون نے حضرت عائشہؓ کی جس قدر دلجوئی کی وہ خود اس کو اس طرح بیان فرماتی ہین، "ابن خطابؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کیے"[1] حضرت عمرؓ نے تمام ازواج مطہراتؓ دس دس ہزار سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا، لیکن حضرت عائشہؓ کا وظیفہ بارہ ہزار تھا، جس کی وجہ یہ تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھین،[2]

حضرت عثمانؓ کے واقعۂ شہادت مین حضرت عائشہؓ مکہ مین مقیم تھین، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے مدینہ سے جاکر ان کو واقعات سے آگاہ کیا، تو دعوتِ اصلاح کے لیے بصرہ گئین، اور وہان حضرت علیؓ سے جنگ پیش آئی، جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے، جمل اونٹ کو کہتے ہین، چونکہ حضرت عائشہؓ ایک اونٹ پر سوار تھین، اور اس نے اس معرکہ مین بڑی اہمیت حاصل کی تھی، اس لیے جنگ بھی اسی کی نسبت سے مشہور ہو گئی، یہ جنگ اگرچہ بالکل اتفاقی طور پر پیش آگئی تھی، تاہم حضرت عائشہؓ کو اس کا ہمیشہ افسوس رہا،

بخاری مین ہے کہ وفات کے وقت انھون نے وصیت کی کہ "مجھے روضۂ نبویؐ مین آپ کے ساتھ دفن نہ کرنا، بلکہ بقیع مین اور ازواج کے ساتھ دفن کرنا، کیونکہ مین نے آپ کے بعد ایک جرم کیا ہے"[3] ابن سعد مین ہے کہ وہ جب یہ آیت پڑھتی تھین وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ "اے پیغمبر کی بیویو! اپنے گھرون مین وقار کے ساتھ بیٹھو" تو اسقدر روتی تھین کہ آنچل تر ہو جاتا تھا،[4]

حضرت علیؓ کے بعد حضرت عائشہؓ اٹھارہ برس اور زندہ رہین، اور یہ تمام زمانہ سکون

---

(۱) مستدرک حاکم ج ۴ ص ۸، (۲) مستدرک (۳) کتاب الجنائز و مستدرک حاکم ج ۴ ص ۶، (۴) طبقات ابن سعد جزء ثانی،

اور خاموشی مین گذرا،

وفات امیر معاویہؓ کا اخیر زمانۂ خلافت تھا کہ رمضان ۵۸ھ مین حضرت عائشہؓ نے رحلت فرمائی، اس وقت سرسٹھ برس کا سن تھا، اور وصیت کے مطابق جنۃ البقیع مین رات کے وقت مدفون ہوئین، قاسم بن محمدؒ، عبد اللہ بن عبد الرحمنؒ، عبد اللہ بن ابی عتیقؒ، عروہ بن زبیرؓ اور عبد اللہ ابن زبیرؓ نے قبر مین اتارا، اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ، مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے، اس لیے انھون نے نماز جنازہ پڑھائی،

اولاد حضرت عائشہؓ کے کوئی اولاد نہین ہوئی، ابن الاعرابی نے لکھا ہے کہ ایک ناتمام بچہ ساقط ہوا تھا، اس کا نام عبد اللہ تھا، اور اسی کے نام پر انھون نے کنیت رکھی تھی لیکن یہ قطعاً غلط ہے، حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبد اللہ ان کے بھانجے عبد اللہ بن زبیرؓ کے تعلق سے تھی، جن کو انھون نے متبنیٰ بنایا تھا،

حلیہ حضرت عائشہؓ خوش رو اور صاحب جمال تھین، رنگ سرخ و سفید تھا،

فضل و کمال علمی حیثیت سے حضرت عائشہؓ کو نہ صرف عورتون پر، نہ صرف دوسری امہات المومنین پر، نہ صرف خاص خاص صحابیون پر بلکہ باستثناے چند تمام صحابہ پر فوقیت حاصل تھی، جامع ترمذی مین حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے،

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندنا منہ علما	ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہین آئی جس کو ہم نے عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ملے ہون،

امام زہری جو سرخیل تابعین تھے، فرماتے ہین،

کانت عائشۃ اعلم الناس یسئلھا الاکابر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [1]	عائشہؓ تمام لوگون مین سب سے زیادہ عالم تھین، بڑے بڑے اکابر صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے،

عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے،

ما رأیت احداً اعلم بالقرآن ولا بفریضۃ ولا بحلال ولا بفقہ ولا بشعر ولا بطب ولا بحدیث العرب ولا نسب من عائشۃ	قرآن، فرائض، حلال و حرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہین دیکھا،

امام زہری کی ایک شہادت ہے،

لو جمع علم الناس کلھم ثم علم ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکانت عائشۃ اوسعھم علماً	اگر تمام مردون کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم وسیع تر ہوگا،

حضرت عائشہؓ کا شمار مجتہدین صحابہؓ مین ہے، اور اس حیثیت سے وہ اس قدر بلند ہین کر بے تکلف ان کا نام حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ کیسا تھ لیا جا سکتا ہے، وہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، کے زمانہ مین فتوے دیتی تھین، اور اکابر صحابہؓ پر انھون نے جو دقیق اعتراضات کیے ہین ان کو علامہ سیوطی نے ایک رسالہ جمع کر دیا ہے، اس رسالہ کا نام عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشۃؓ علی الصحابہ ہے،

حضرت عائشہؓ مکثرین صحابہ مین داخل ہین، ان سے ۲۲۱۰ حدیثین مروی ہین، جن مین

[1] طبقات ابن سعد جزو ۲ قسم ۲ ص ۲۶)

۳۴۱ حدیثون پر شیخین نے اتفاق کیا ہے، امام بخاری نے منفردا ان سے ۵۴ حدیثین روایت کی ہین، ۶۸ حدیثون مین امام مسلم منفرد ہین بعض لوگون کا قول ہے کہ احکام شرعیہ مین سے ایک ربع ان سے منقول ہے،

علم کلام کے متعدد مسائل ان کی زبان سے ادا ہوئے ہین چنانچہ رویت باری علم غیب عصمت انبیاء، معراج، ترتیب خلافت اور سماع موتی وغیرہ کے متعلق انھون نے جو خیالات ظاہر کیے ہین، انصاف یہ ہے کہ ان مین ان کی دقت نظر کا پلہ بھاری نظر آتا ہے،

علم اسرار الدین کے متعلق بھی ان سے بہت سے مسائل مروی ہین چنانچہ قرآن مجید کی ترتیب نزول، مدینہ مین کامیابی اسلام کے اسباب، غسل جمعہ، نماز قصر کی علت صوم عاشورہ کا سبب، حج کی حقیقت اور ہجرت کے معنی کی انھون نے خاص تشریحین کی ہین،

طب کے متعلق وہی عام معلومات تھین، جو گھر کی عورتون کو عام طور پر ہوتی ہین، البتہ تاریخ عرب مین وہ اپنا جواب نہین رکھتی تھین، عرب جاہلیت کے حالات، ان کے رسم ورواج، ان کے انساب اور ان کی طرز معاشرت کے متعلق انھون نے بعض ایسی باتین بیان کی ہین، جو دوسری جگہ نہین مل سکتین، اسلامی تاریخ کے متعلق بھی بعض اہم واقعات ان سے منقول ہین، مثلاً آغاز وحی کی کیفیت، ہجرت کے واقعات، واقعۂ افک، نزول قرآن اور اس کی ترتیب، نماز کی صورتین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کے حالات، غزوۂ بدر، احد، خندق، قریظہ کے واقعات، غزوۂ ذات الرقاع مین نماز خوف کی کیفیت، فتح مکہ مین عورتون کی بیعت، حجۃ الوداع کے ضروری حالات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات، خلافت صدیقی، حضرت فاطمہؓ اور ازواج مطہراتؓ کا دعوی میراث، حضرت علیؓ کا ملال خاطر اور پھر بیعت کے تمام مفصل حالات ان ہی کے

ذریعہ سے معلوم ہوئے ہین،

ادبی حیثیت سے وہ نہایت شیرین کلام اور فصیح اللسان تھین، ترمذی مین موسیٰ ابن طلحہ کا یہ قول نقل کیا ہے،

ما رأیت افصح من عائشة[1] · مین نے عائشہؓ سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہین دیکھا،

اگرچہ احادیث مین روایت بالمعنی کا عام طور پہ رواج ہے، اور روایت باللفظ کم اور نہایت کم ہوتی ہے، تاہم جہان حضرت عائشہؓ کے اصلی الفاظ محفوظ رہ گئے ہین، پوری حدیث مین جان پڑگئی ہے، مثلاً آغاز وحی کے سلسلہ مین فرماتی ہین،

فما رای رویا الا جاءت مثل فلق الصبح · آپ جو خواب دیکھتے تھے سپیدۂ سحر کی طرح نمودار ہوجاتا تھا،

آپ پر جب وحی کی کیفیت طاری ہوتی تو جبین مبارک پر عرق آجاتا تھا، اس کو اس طرح ادا کرتی ہین،

مثل الجمان · پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے،

واقعۂ افک مین انھین راتون کو نیند نہین آتی تھی، اسکو اسطرح بیان فرماتی ہین،

ما اکتحل بنوم · مین نے سرمۂ خواب نہین لگایا،

صحیح بخاری مین ان کے ذریعہ سے ام زرع کا جو قصہ مذکور ہے، وہ جان ادب ہے اور اہل ادب نے اس کی مفصل شرحین اور حاشیے لکھے ہین،

خطابت کے لحاظ سے بھی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا تمام صحابہؓ مین ممتاز تھین۔ جنگ جمل مین انھون نے جو تقریرین کی ہین، وہ جوش اور زور کے لحاظ سے اپنا جواب نہین رکھتین، ایک تقریر مین فرماتی ہین،

[1] مستدرک حاکم ج ۴ ص ۱۱

لوگو! خاموش، خاموش، تم پر میرا ادبی حق ہے، مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے، سوا اس شخص کے جو خدا کا فرمانبردار نہین ہے، مجھکو کوئی الزام نہین دے سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر سر رکھے ہوئے وفات پائی ہے، مین آپ کی محبوب ترین بیوی ہون، خدانے مجھکو دوسرون سے ہر طرح محفوظ رکھا، اور میری ذات سے مومن و منافق مین تمیز ہوئی اور میرے ہی سبب سے تم پر خدا نے تیمم کا حکم نازل فرمایا،

پھر میرا باپ دنیا مین تیسرا مسلمان ہے، اور غار حرا مین دو کا دوسرا تھا، اور پہلا شخص تھا، جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خوش ہو کر اور اس کو طوق خلافت پہنا کر وفات پائی، اس کے بعد جب مذہب اسلام کی رسی ہلنی ڈ لینے لگی، تو میرا ہی باپ تھا جس نے اس کے دونون سرے تھام لیے، جس نے نفاق کی باگ روک دی، جس نے ارتداد کا سرچشمہ خشک کر دیا، جس نے یہودیون کی آتش افروزی سرد کی، تم لوگ اس وقت آنکھین بند کیے غدر و فتنہ کے منتظر تھے، اور شور و غوغا پر گوش بر آواز تھے، اس نے شگاف کو برابر کیا، بیکار کو درست کیا، گرتون کو سنبھالا، دلون کی مدفون بیماریون کو دور کیا، جو پانی سے سیراب ہو چکے تھے ان کو تھان تک پہنچا دیا، جو پیاسے تھے ان کو گھاٹ پر لے آیا، اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے انھین دوبارہ پلایا، جب وہ نفاق کا سر کچل چکا اور اہل شرک کے لیے آتش جنگ مشتعل کر چکا اور تمھارے سامان کی گٹھری کو ڈوری سے باندھ چکا تو خدا نے اسے اٹھا لیا، ....

ہان مین سوال کا نشانہ بن گئی ہون، کہ کیون فوج لیکر نکلی؟ میرا مقصد اس سے گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہین ہے جس کو مین پامال کرنا چاہتی ہون، جو کچھ کہہ رہی ہون سچائی اور انصاف کے ساتھ تنبیہ اور اتمام حجت کے لیے۔"[1]

(1) عقد الفرید باب الخطب و ذکر واقعۂ جمل ص ۱۴۱)

حضرت عائشہؓ گو شعر نہیں کہتی تھیں، تاہم شاعرانہ مذاق اس قدر عمدہ پایا تھا کہ حضرت حسان ابن ثابتؓ جو عرب کے مسلّم الثبوت شاعر تھے، ان کی خدمت میں اشعار سنانے کے لیے حاضر ہوتے تھے، امام بخاری نے ادب المفرد میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو کعب بن مالکؓ کا پورا قصیدہ یاد تھا، اس قصیدہ میں کم و بیش چالیس شعر تھے، کعب کے علاوہ ان کو دیگر جاہلی اور اسلامی شعرا کے اشعار بھی بکثرت یاد تھے، جن کو وہ مناسب موقعوں پر پڑھا کرتی تھیں، چنانچہ وہ احادیث کی کتابوں میں منقول ہیں،

حضرت عائشہؓ نہ صرف ان علوم کی ماہر تھیں، بلکہ دوسروں کو بھی ماہر بنا دیتی تھیں، چنانچہ ان کے دامنِ تربیت میں جو لوگ پرورش پا کر نکلے، اگرچہ ان کی تعداد دو سو کے قریب ہے، لیکن ان میں جن کو زیادہ قرب و اختصاص حاصل تھا وہ حسب ذیل ہیں،

عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن، مسروق، عمرۃ، صفیہ بنت شیبہ، عائشہ بنت طلحہ، معاذۃ عدویہ،

اخلاق و عادات اخلاقی حیثیت سے بھی حضرت عائشہؓ بلند مرتبہ رکھتی تھیں، وہ نہایت قانع تھیں، غیبت سے احتراز کرتی تھیں، احسان کم قبول کرتیں، اگرچہ خود ستائی ناپسند تھی، تاہم نہایت خود دار تھیں، شجاعت اور دلیری بھی ان کا خاص جوہر تھا،

ان کا سب سے نمایاں وصف جود و سخا تھا حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ فرمایا کرتے تھے، کہ میں نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا، ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے ان کی خدمت میں لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیے، اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا، اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا، لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لیے کچھ نہیں ہے، فرمایا پہلے سے کیوں نہ یاد دلایا،[1]

[1] مستدرک حاکم (ج ۴ ص ۱۳)

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جو ان کے متبنی فرزند تھے ان کی فیاضی دیکھکر گھبرا گئے اور کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے، حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوا تو سخت برہم ہوئین اور قسم کھائی کہ ان سے بات نہ کرین گی، چنانچہ ابن زبیرؓ مدت تک معتوب رہے، اور بڑی دقت سے ان کا غصہ فرو ہوا،[1]

نہایت خاشع، متضرع اور عبادت گذار تھین، چاشت کی نماز برابر پڑھتین، فرماتی تھین کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ آئے اور مجھ کو منع کرے تب بھی مین باز نہ آؤن گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راتون کو اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرتی تھین، اور اسکی اس قدر پابند تھین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب کبھی یہ نماز قضا ہو جاتی تو نماز فجر سے پہلے اٹھکر اس کو پڑھ لیتی تھین، رمضان مین تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھین، ذکوان انکا غلام امامت کرتا اور وہ مقتدی ہوتیں،

اکثر روزے رکھا کرتی تھین، حج کی بھی شدت سے پابند تھین، اور ہر سال اس فرض کو ادا کرتی تھین، غلامون پر شفقت کرتین، اور ان کو خرید کر آزاد کرتی تھین، ان کے آزاد کردہ غلامون کی تعداد ۶۷ ہے،[2]

---

[1] صحیح بخاری باب مناقب قریش [2] شرح بلوغ المرام کتاب العتق،

(۴)

حضرت حفصہؓ

نام ونسب حفصہؓ نام، حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھین، سلسلۂ نسب یہ ہے (حفصہ بنت عمرؓ ابن خطاب بن نفیل، بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن لوی بن فہر بن مالک) والدہ کا نام زینبؓ بنت مظعون تھا، جو مشہور صحابی حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ کی ہمشیر تھین، اور خود بھی صحابیہ تھین، حضرت حفصہؓ اور حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ حقیقی بھائی بہن ہین، حضرت حفصہؓ بعثت نبوی سے ۵ سال قبل پیدا ہوئین، اس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر مین مصروف تھے،

نکاح پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوا، جو خاندان بنو سہم سے تھے،

اسلام ماں، باپ اور شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئین،

ہجرت اور نکاح ثانی شوہر کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی، غزوۂ بدر مین خنیسؓ نے زخم کھائے اور واپس آکر ان ہی زخمون کی وجہ سے شہادت پائی، عدت کے بعد حضرت عمرؓ کو حضرت حفصہؓ کے نکاح کی فکر ہوئی، اسی زمانہ مین حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو چکا تھا، اس بنا پر حضرت عمرؓ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ سے ملے اور ان سے حضرت حفصہؓ کے نکاح کی خواہش کی، انھون نے کہا مین اس پر غور کرون گا، چند دنون کے بعد ملاقات ہوئی تو صاف انکار کیا، حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر حضرت ابو بکرؓ سے ذکر کیا، انھون نے خاموشی اختیار کی، حضرت عمرؓ کو

ان کی بے التفاتی سے رنج ہوا، اس کے بعد خود رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کی خواہش کی، نکاح ہوگیا تو حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے ملے اور کہا کہ جب تم نے مجھ سے حفصہؓ کے نکاح کی خواہش کی، اور مین خاموش رہا، تو تم کو ناگوار گذرا لیکن مین نے اسی بنا پر کچھ جواب نہین دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تھا، اور مین ان کا راز فاش کرنا نہین چاہتا تھا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے نکاح کا قصد نہ ہوتا تو مین اس کے لیے آمادہ تھا[1]

وفات حضرت حفصہؓ نے شعبان ۴۵ھ مین مدینہ مین انتقال کیا، یہ امیر معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، مروان نے جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا، نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کاندھا دیا، اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ جنازہ کو قبر تک لے گئے، ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اور ان کے لڑکون عاصم، سالم، عبداللہ، حمزہ نے قبر مین اتارا،

حضرت حفصہؓ کے سنہ وفات مین اختلاف ہے، ایک روایت ہے کہ جمادی الاول ۴۱ھ مین وفات پائی، اس وقت ان کا سن ۵۹ سال کا تھا لیکن اگر سنہ وفات ۴۵ھ قرار دیا جائے تو ان کی عمر ۶۳ سال کی ہوگی، ایک روایت ہے کہ انھون نے حضرت عثمانؓ کی خلافت مین ۲۷ھ مین انتقال کیا، یہ روایت اس بنا پر پیدا ہوگئی کہ وہب نے ابن مالک سے روایت کی ہے کہ جس سال افریقہ فتح ہوا حضرت حفصہؓ نے اسی سال وفات پائی، اور افریقہ حضرت عثمانؓ کی خلافت مین ۲۷ھ مین فتح ہوا لیکن یہ سخت غلطی ہے، افریقہ دو مرتبہ فتح ہوا، اس دوسری فتح کا فخر معاویہؓ بن خدیج کو حاصل ہے، جنھون نے امیر معاویہؓ کے عہد مین حملہ کیا تھا،

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۱ و اصابہ ج ۸ ص ۵۱

حضرت حفصہؓ نے وفات کے وقت حضرت عبد اللہؓ بن عمر کو بلا کر وصیت کی اور غابہ
مین جو جائداد تھی جسے حضرت عمرؓ انکی نگرانی مین دے گئے تھے، اس کو صدقہ کرکے وقف کر دیا[۱]،

اولاد | کوئی اولاد نہین چھوڑی۔

فضل وکمال | البتہ معنوی یادگارین بہت سی ہین، اور وہ یہ ہین، عبد اللہ بن عمرؓ، حمزہ (ابن
عبد اللہ) صفیہ بنت ابو عبیدؓ (زوجہ عبد اللہ) حارثہ بن وہب مطلب بن ابی وداعہ، ام
مبشر انصاریہ، عبد اللہ بن صفوان بن امیہ، عبد الرحمن بن حارث بن ہشام[۲]،
حضرت حفصہؓ سے ۶۰ حدیثین منقول ہین[۳]، جو انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت عمرؓ سے سنی تھین،
تفقہ فی الدین کے لیے واقعۂ ذیل کافی ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہا کہ "مین امید کرتا ہون کہ اصحاب بدر، و حدیبیہ جہنم مین داخل نہ ہون گے، حضرت حفصہؓ
اعتراض کیا کہ خدا تو فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا تم مین ہر شخص وارد جہنم ہوگا، آپ نے
فرمایا ہان لیکن یہ بھی تو ہے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (پھر ہم
پرہیزگارون کو نجات دین گے اور ظالمون کو اس مین زانوؤں پر گرا ہوا چھوڑ دین گے)[۴]
اسی شوق کا اثر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تعلیم کی فکر رہتی تھی، حضرت شفاؓ
کو چیونٹی کے کاٹے کا منتر آتا تھا، ایک دن وہ گھر مین آئین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہا کہ تم حفصہؓ کو منتر سکھلا دو[۵]،

اخلاق | ابن سعد مین ان کے اخلاق کے متعلق ہے،

انها صوامة قوامة | وہ (یعنی حفصہؓ) صائم النہار اور قائم اللیل ہین،

[۱] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۱، [۲] ایضاً، [۳] ایضاً، [۴] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۸۵ [۵] ایضاً ص ۲۸۶

دوسری روایت مین ہے۔

ماتت حفصہؓ حتی ماتفطر[۱] انتقال کے وقت تک صائم رہین،

اختلاف سے سخت نفرت کرتی تھین، جنگ صفین کے بعد جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو ان کے بھائی عبد اللہ بن عمرؓ اس کو فتنہ سمجھ کر خانہ نشین رہنا چاہتے تھے، لیکن حضرت حفصہؓ نے کہا کہ گو اس شرکت مین تمھارا کوئی فائدہ نہین، تاہم تمھین شریک رہنا چاہیے، کیونکہ لوگون کو تمھاری رائے کا انتظار ہوگا، اور ممکن ہے کہ تمھاری عزلت گزینی ان مین اختلاف پیدا کر دے[۲]،

دجّال سے بہت ڈرتی تھین، مدینہ مین ابن صیاد نامی ایک شخص تھا، دجال کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علامتین بتائی تھین، اس مین بہت سی موجود تھین، اس سے اور عبد اللہ بن عمرؓ سے ایک دن راہ مین ملاقات ہوگئی، انھون نے اس کو بہت سخت سست کہا، اس پر وہ اس قدر پھولا کہ راستہ بند ہوگیا، ابن عمرؓ نے اس کو مارنا شروع کیا، حضرت حفصہؓ کو خبر ہوئی تو بولین، تم کو اس سے کیا غرض؟ تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجال کے خروج کا محرک اس کا غصہ ہوگا[۳]،

حضرت حفصہؓ کے مزاج مین ذرا تیزی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی دوبدو گفتگو کرتین، اور برابر کا جواب دیتی تھین، چنانچہ صحیح بخاری مین خود حضرت عمرؓ سے منقول ہے، کہ "ہم لوگ جاہلیت مین عورتون کو ذرہ برابر بھی وقعت نہ دیتے تھے، اسلام نے ان کو درجہ دیا، اور قرآن مین ان کے متعلق آیتین اترین تو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی، ایک دن میری بیوی نے کسی معاملہ مین مجھ کو رائے دی، مین نے کہا "تم کو رائے و مشورہ سے کیا واسطہ"، بولین "ابن خطاب! تم کو ذراسی بات کی بھی برداشت نہین، حالانکہ

[۱] اصابہ ج ۸ ص ۵۲ [۲] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۸۹ [۳] مسند ج ۶ ص ۲۸۳ و مسلم کتاب الفتن ذکر ابن صیاد

تمھاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہے، یہان تک کہ آپ دن دن بھر رنجیدہ رہتے ہین"، مین اٹھا اور حفصہؓ کے پاس آیا، مین نے کہا بیٹی مین نے سنا ہے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہو" بولین "ہان ہم ایسا کرتے ہین، مین نے کہا خبردار مین تمھین عذاب الٰہی سے ڈراتا ہون، (تم اس عورت (حضرت عائشہؓ) کی ریس نہ کرو جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے"۔[۱]

ترمذی مین ہے کہ ایک دفعہ حضرت صفیہؓ رو رہی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی، انھون نے کہا کہ "مجھ کو حفصہؓ نے کہا ہے کہ "تم یہودی کی بیٹی ہو" آپ نے فرمایا حفصہؓ خدا سے ڈرو، پھر حضرت صفیہؓ سے ارشاد ہوا "تم نبی کی بیٹی ہو، تمھارا چچا پیغمبر ہے اور پیغمبر کے نکاح مین ہو حفصہؓ تم پر کس بات مین فخر کر سکتی ہے"۔[۲]

ایک بار حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا کہ "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہین، ہم آپ کی بیوی بھی ہین اور چچا زاد بہن بھی، حضرت صفیہؓ کو ناگوار گذرا، انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیون نہین کہا کہ تم مجھ سے زیادہ کیونکر معزز ہو سکتی ہو، میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میرے باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ ہین"۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی بیٹی تھین، جو تقرب نبوی مین دوش بدوش تھے، اس بنا پر حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ بھی دیگر ازواج کے مقابلہ مین باہم ایک تھین، چنانچہ واقعہ تحریم جو ۹ھ مین پیش آیا، اسی قسم کے اتفاق کا نتیجہ تھا، ایک دفعہ کئی دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت

---

[۱] بخاری ج ۲ ص ۸۰، کتاب التفسیر و فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۰ [۲] ترمذی باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

زینب رضؓ کے پاس کہین سے شہد آگیا تھا، انھون نے آپ کے سامنے پیش کیا، آپ کو شہد بہت مرغوب تھا، آپ نے نوش فرمایا، اس مین وقت مقررہ سے دیر ہوگئی، حضرت عائشہؓ کو رشک ہوا حضرت حفصہؓ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے اور تمھارے گھر مین آئین تو کہنا چاہیے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے[۱]، (مغافیر کے پھولون سے شہد کی مکھیان رس چوستی ہین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ مین شہد نہ کھاؤن گا، اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اتری،[۲]

یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ	اے پیغمبر اپنی بیویون کی خوشی کیلیے تم خدا کی حلال
لک تبتغی مرضات ازواجک	کی ہوئی چیز کو حرام کیون کرتے ہو؟

کبھی کبھی (حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ مین) باہم رشک ورقابت کا اظہار بھی ہو جایا کرتا کرتا تھا" ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راتون کو حضرت عائشہؓ کے اونٹ پر چلتے تھے، اور ان سے باتین کرتے تھے، ایک دن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آج رات کو تم میرے اونٹ پر اور مین تمھارے اونٹ پر سوار ہون، تاکہ مختلف مناظر دیکھنے مین آئین، حضرت عائشہؓ راضی ہوگئین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاس آئے جس پر حفصہؓ سوار تھین، جب منزل پر پہنچے اور حضرت عائشہؓ نے آپ کو نہین پایا تو اپنے پاؤن کو اذخر (ایک گھاس ہے) کے درمیان لٹکا کر کہنے لگین، "خداوندا! کسی بچھو یا سانپ کو متعین کر جو مجھے ڈس جائے"[۳]

(۱) مغافیر کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہ تھی، مغافیر کے پھولون مین اگر کسی قسم کی کرختگی ہو تو تعجب کی بات نہین) (۲) صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۹، (۳) صحیح بخاری (وسیرۃ النبی جلد دوم)

(۵)

حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا

زینب نام تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، زینب بنت خزیمہ بن عبد اللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ، چونکہ فقراء و مساکین کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں، اس لیے ام المساکین کی کنیت کے ساتھ مشہور ہوگئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عبد اللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں شہادت پائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال ان سے نکاح کرلیا، نکاح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف دو تین مہینے رہنے پائی تھیں کہ ان کا انتقال ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد صرف یہی ایک بی بی تھیں جنھوں نے وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی، اور جنۃ البقیع میں دفن ہوئیں، وفات کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال کی تھی۔[1]

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۹۴ و ۹۵۔ (دسیرۃ النبی جلد دوم)

(۶)

حضرت اُمّ سلمہؓ

| نام و نسب | ہند نام، ام سلمہ کنیت، قریش کے خاندان مخزوم سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے،

ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، والدہ بنو فراس سے تھیں، اور انکا سلسلۂ نسب یہ ہے، عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل الطعان ابن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ،

ابو امیہ (حضرت ام سلمہؓ کے والد) مکہ کے مشہور مخیر اور فیاض تھے، سفر میں جاتے تو تمام قافلہ والوں کی کفالت خود کرتے تھے، اسی لیے زاد الراکب کے لقب سے مشہور تھے،[1] حضرت ام سلمہؓ نے ان ہی کے آغوش تربیت مین نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی،

| نکاح | عبد اللہ بن عبد الاسد سے جو زیادہ تر ابو سلمہؓ کے نام سے مشہور ہین، اور جو ام سلمہؓ کے چچا زاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے، نکاح ہوا،

| اسلام | آغاز نبوت مین اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائین،

| ہجرت حبشہ | اور ان ہی کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، حبشہ مین کچھ زمانہ تک قیام کر کے مکہ واپس آئین، اور یہان سے مدینہ ہجرت کی، ہجرت مین ان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اہل سیر کے نزدیک وہ پہلی عورت ہین جو ہجرت کر کے مدینہ مین آئین،

| ہجرت مدینہ | ہجرت کا واقعہ نہایت عبرت انگیز ہے، حضرت ام سلمہؓ اپنے شوہر کے ہمراہ

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۲۴۰ [2] ایضاً

ہجرت کرنا چاہتی تھین (ان کا بچہ سلمہ بھی ساتھ تھا) لیکن (حضرت ام سلمہؓ کے) قبیلہ نے مزاحمت کی تھی، اس لیے حضرت ابو سلمہؓ ان کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے، اور یہ اپنے گھر واپس آگئی تھین (ادھر سلمہؓ کو ابو سلمہؓ کے خاندان والے حضرت ام سلمہؓ کے پاس سے چھین لے گئے) اس لیے ام سلمہؓ کو اور بھی تکلیف تھی، چنانچہ روزانہ گھبرا کر گھر سے نکل جاتین، اور ابطح مین بیٹھ کر رویا کرتی تھین، ۷-۸ دن تک یہ حالت رہی، اور خاندان کے لوگون کو احساس تک نہ ہوا، ایک دن ابطح سے ان کے خاندان کا ایک شخص نکلا، اور ام سلمہؓ کو روتے ہوئے دیکھا تو اس کا دل بھر آیا، گھر آکر لوگون سے کہا کہ "اس غریب پر کیون ظلم کرتے ہو، اس کو جانے دو اور اس کا بچہ اس کے حوالہ کر دو" روانگی کی اجازت ملی تو بچے کو گود مین لے کر اونٹ پر سوار ہو گئین اور مدینہ کا راستہ لیا، چونکہ وہ بالکل تنہا تھین، یعنی کوئی مرد ساتھ نہ تھا، تنعیم مین عثمان بن طلحہ (کلید بردار کعبہ) کی نظر پڑی، بولا کدھر کا قصد ہے"؟ کہا "مدینے کا" پوچھا کوئی ساتھ بھی ہے"، جواب مین بولین "خدا اور یہ بچہ"۔ عثمان نے کہا "یہ نہین ہو سکتا، تم تنہا کبھی نہین جا سکتین"۔ یہ کہکر اونٹ کی مہار پکڑی اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا، رستہ مین جب کہین ٹھہرتا تو اونٹ کو بٹھا کر کسی درخت کے نیچے چلا جاتا، اور حضرت ام سلمہؓ اتر پڑتین، روانگی کا وقت آتا تو اونٹ پر کجاوہ رکھکر ہٹ جاتا، اور ام سلمہؓ سے کہتا کہ "سوار ہو جاؤ"۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ مین نے ایسا شریف آدمی کبھی نہین دیکھا، غرض مختلف منزلون پر قیام کرتا ہوا مدینہ لایا، قبا کی آبادی نظر پڑی تو بولا اب تم اپنے شوہر کے پاس چلی جاؤ، وہ یہین مقیم ہین" یہ ادھر روانہ ہوئین، اور عثمان نے مکہ کا راستہ لیا،[1]

قبا پہنچین تو لوگ ان کا حال پوچھتے تھے، اور جب یہ اپنے باپ کا نام بتاتین تو ان کو

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۲ و ۲۷۳

یقین نہین آتا تھا (یہ حیرت ان کے تنہا سفر کرنے پر تھی، شرفا کی عورتین اس طرح باہر نکلنے کی جرأت نہین کرتی تھین)، اور حضرت ام سلمہؓ مجبورًا خاموش ہوتی تھین لیکن جب کچھ لوگ حج کے ارادہ سے مکہ روانہ ہوئے اور انھون نے اپنے گھر رقعہ بھجوایا تو اس وقت لوگون کو یقین ہوا کہ وہ واقعی ابو امیہ کی بیٹی ہین، ابو امیہ چونکہ قریش کے نہایت مشہور اور معزز شخص تھے، اس لیے حضرت ام سلمہؓ بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی گئین[1]،

وفات ابو سلمہؓ، نکاح ثانی اور خانگی حالات

کچھ زمانہ تک شوہر کا ساتھ رہا، حضرت ابو سلمہؓ بڑے شہ سوار تھے، بدر اور احد مین شریک ہوئے، غزوۂ احد مین چند زخم کھائے جن کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکے، جمادی الثانی ۴ھ مین ان کا زخم پھٹا، اور اسی صدمہ سے وفات پائی[2]، حضرت ام سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہنچین اور وفات کی خبر سنائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے مکان پر تشریف لائے، گھر مین کہرام مچا تھا، حضرت ام سلمہؓ کہتی تھین "ہائے غربت مین یہ کیسی موت ہوئی"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صبر کرو، ان کی مغفرت کی دعا مانگو، اور یہ کہو کہ خداوندا! ان سے بہتر ان کا جانشین عطا کر، اس کے بعد ابو سلمہؓ کی لاش پر تشریف لائے اور جنازہ کی نماز نہایت اہتمام سے پڑھی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ تکبیرین کہین، لوگون نے نماز کے بعد پوچھا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو سہو تو نہین ہوا؟ فرمایا یہ ہزار تکبیرون کے مستحق تھے، وفات کے وقت ابو سلمہؓ کی آنکھین کھلی رہ گئی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دستِ مبارک سے آنکھین بند کین، اور ان کی مغفرت کی دعا مانگی،

ابو سلمہؓ کی وفات کے وقت ام سلمہؓ حاملہ تھین، وضع حمل کے بعد عدت گذر گئی، تو حضرت

[1] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۰۰، [2] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۲)

ابو بکرؓ نے نکاح کا پیغام دیا، لیکن حضرت ام سلمہؓ نے انکار کیا، ان کے بعد حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر پہنچے، حضرت ام سلمہؓ نے کہا مجھے چند عذر ہیں (۱) میں سخت غیور عورت ہوں (۲)، صاحب عیال ہوں (۳) میرا سن زیادہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب زحمتوں کو گوارا فرمایا، حضرت ام سلمہؓ کو اب عذر کیا ہو سکتا تھا؟ اپنے لڑکے سے (جن کا نام عمر تھا) کہا اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کر دو[1]،

شوال ۴ھ کی اخیر تاریخوں میں یہ تقریب انجام پائی، حضرت ام سلمہؓ کو ابو سلمہؓ کی موت سے جو شدید صدمہ ہوا تھا، خداوند تعالیٰ نے اس کو ابدی مسرت سے تبدیل کر دیا،

سنن ابن ماجہ میں ہے،

فلما توفی ابو سلمۃ ذکرت الذی	جب ابو سلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے
کان حدثنی فقلت فلما اردت	وہ حدیث یاد کی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے
ان اقول اللھم عضنی خیرا منہ	تھے اور میں نے دعا شروع کی تو جب میں
قلت فی نفسی اعاض خیرا من	یہ کہنا چاہتی کہ خداوندا مجھے ابو سلمہؓ سے بہتر
ابی سلمۃؓ؟ ثم قلتھا فعاضنی	جانشین دے تو دل کہتا کہ ابو سلمہؓ سے
اللہ محمد صلی اللہ علیہ	بہتر کون مل سکتا ہے؟ لیکن میں نے دعا کو پڑھنا
وسلم،	شروع کیا تو ابو سلمہؓ کے جانشین آنحضرت
	صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو چکیاں، گھڑا، اور چمڑے کا تکیہ جس میں خرمے کی چھال بھری تھی عنایت فرمایا، یہی سامان اور بی بیوں کو بھی عطا ہوا تھا[2]،

---

[1] سنن نسائی ص ۱۵۱ [2] مسند ج ۶ ص ۲۹۵

بہت حیا دار تھین، ابتدا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان تشریف لاتے تو
حضرت ام سلمہؓ فرط غیرت سے لڑکی (زینب) کو گود مین بٹھا لیتین، آپ یہ دیکھ کر واپس جاتے،
حضرت عمار بن یاسرؓ کو جو حضرت ام سلمہؓ کے رضاعی بھائی تھے، معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے،
اور لڑکی کو چھین لے گئے۔[1]

لیکن بعد مین یہ بات کم ہوتی گئی، اور جس طرح دوسری بیبیان رہتی تھین، وہ بھی رہنے
لگین، نکاح سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ان کا ذکر کیا تو حضرت
عائشہؓ کو بڑا رشک ہوا، ابن سعد مین ان سے جو روایت منقول ہے اس مین یہ فقرہ بھی ہے،

خزنت حزنا شدیدا[2] یعنی مجھ کو سخت غم ہوا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بیحد محبت تھی یہی وجہ ہے کہ (ایک موقعہ پر جب
تمام ازواج مطہراتؓ کو (سوا حضرت عائشہؓ کے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کچھ عرض
کرنا تھا، تو انھون نے حضرت ام سلمہؓ ہی کو اپنا سفیر بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
بھیجا) صحیح بخاری مین ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے، ایک مین حضرت عائشہؓ،
حفصہؓ، صفیہؓ، سودہؓ شامل تھین، دوسرے مین حضرت ام سلمہؓ اور باقی ازواج تھین، چونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو زیادہ محبوب رکھتے تھے، اس لیے لوگ ان ہی
کی باری مین ہدیے بھیجتے تھے، حضرت ام سلمہؓ کی جماعت نے ان سے کہا حضرت عائشہؓ کی
طرح ہم بھی سب کی بھلائی کے خواہان ہین، اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے
مکان مین بھی ہون لوگون کو ہدیہ بھیجنا چاہیے، حضرت ام سلمہؓ نے آپؐ سے یہ شکایت کی تو
آپؐ نے دو مرتبہ اعراض فرمایا، تیسری مرتبہ کہا، "ام سلمہؓ! عائشہؓ کے معاملہ مین مجھے اذیت

---

[1] مسند ج ۶ ص ۲۹۵ [2] (ج ۸ ص ۶۱ ۲)

نہ پہنچاؤ، کیونکہ ان کے سوا تم میں کوئی بیوی ایسی نہیں ہے جس کے لحاف میں میرے پاس وحی آئی ہو۔[1] حضرت ام سلمہؓ نے کہا "اتوب الی اللہ عزوجل من اذاک یا رسول اللہ" میں آپ کے اذیت پہنچانے سے پناہ مانگتی ہوں۔"

حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب باش ہوتے تو ان کا بچھونا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانماز کے سامنے بچھتا تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے (اور یہ سامنے ہوتی تھیں)[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں، حضرت سفینہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام ہیں، دراصل حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے، ان کو آزاد کیا تو یہ شرط کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہیں تم پر ان کی خدمت لازمی ہوگی۔[3]

عام حالات حضرت ام سلمہؓ کے مشہور واقعاتِ زندگی یہ ہیں، غزوۂ خندق میں اگرچہ وہ شریک نہ تھیں، تاہم اس قدر قریب تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اچھی طرح سنتی تھیں، فرماتی ہیں کہ مجھے وہ وقت خوب یاد ہے کہ جب سینۂ مبارک غبار سے اٹا ہوا تھا، اور آپ لوگوں کو اینٹیں اٹھا اٹھا کر دیتے اور اشعار پڑھ رہے تھے کہ دفعتہً عمار بن یاسرؓ پر نظر پڑی فرمایا "(افسوس) ابن سمیہ! تجھکو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔"[4]

محاصرۂ بنو قریظہ (۵ھ) میں یہود سے گفتگو کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہؓ کو بھیجا تھا، اثنائے مشورہ میں ابولبابہؓ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتلایا کہ تم لوگ قتل کیے جاؤ گے لیکن بعد میں اس کو افشائے راز سمجھ کر اس قدر نادم ہوئے کہ مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا، چند دنوں تک یہی حالت رہی، پھر توبہ قبول ہوئی، آنحضرت

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲ [2] مسند ج ۶ ص ۳۲۲ [3] ایضاً ص ۳۱۶ [4] ایضاً ص ۲۸۹

صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہؓ کے مکان مین تشریف فرما تھے کہ صبح کو مسکراتے ہوئے اٹھے، تو بولین "خدا آپ کو ہمیشہ ہنسائے، اس وقت ہنسنے کا کیا سبب ہے؟" فرمایا "ابو لبابہؓ کی کی توبہ قبول ہوگئی"۔ عرض کی "تو کیا مین ان کو یہ مژدہ سنا دون"۔ فرمایا "ہان اگر چاہو" حضرت ام سلمہؓ اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئین، اور پکار کر کہا "ابو لبابہ! مبارک ہو تمھاری توبہ قبول ہوگئی، اس آواز کا کانون مین پڑنا تھا کہ تمام مدینہ امنڈ آیا۔[1]

اسی سنہ مین آیت حجاب نازل ہوئی، اس سے پیشتر ازواج مطہرات بعض دور کے اعزہ و اقارب کے سامنے آیا کرتی تھین، اب خاص خاص اعزہ کے سوا سب سے پردہ کرنے کا حکم ہوا، حضرت ابن ام مکتومؓ قبیلۂ قریش کے ایک معزز صحابی اور بارگاہ نبوی کے موذن تھے اور چونکہ نابینا تھے، اس لیے ازواج مطہراتؓ کے حجرون مین آیا کرتے تھے، ایک دن آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ سے فرمایا، ان سے پردہ کرو، بولین "وہ تو نابینا ہین"، فرمایا "تم تو نابینا نہین ہو، تم تو انھین دیکھتی ہو"۔[2]

صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھین، صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ حدیبیہ مین قربانی کرین، لیکن لوگ اس قدر دل شکستہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا، یہانتک کہ جیسا کہ صحیح بخاری مین ہے، تین دفعہ بار بار کہنے پر بھی ایک شخص آمادہ نہ ہوا (چونکہ معاہدہ کی تمام شرطین بظاہر مسلمانون کے سخت خلاف تھین، اس لیے تمام لوگ رنجیدہ اور غصہ سے بیتاب تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر مین تشریف لے گئے، اور حضرت ام سلمہؓ سے شکایت کی، انھون نے کہا "آپ کسی سے کچھ نہ فرمائین، بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کرین، اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائین"۔ آپ نے باہر آکر

---

[1] زرقانی ج ۲ ص ۱۵۳ و ابن سعد ج ۲ ق ۱ ص ۵۴ [2] مسند ج ۶ ص ۲۹۶

قربانی کی اور بال منڈوائے۔ اب جب لوگون کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلہ مین تبدیلی نہین ہو سکتی
تو سب نے قربانیان کین اور احرام اتارا، ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا تھا، اور
عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا،[1]

حضرت ام سلمہؓ کا یہ خیال علم النفس کے ایک بڑے مسئلہ کو حل کرتا ہے، اور اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کی فطرت شناسی مین ان کو کس درجہ کمال حاصل تھا، امام الحرمین فرمایا
کرتے تھے کہ صنفِ نازک کی پوری تاریخ اصابت رائے کی ایسی عظیم الشان مثال نہین پیش کرسکتی،[2]
غزوۂ خیبر مین شریک تھین، مرحب کے دانتون پر جب تلوار پڑی تو کڑکڑاہٹ
کی آواز ان کے کانون مین آئی تھی،[3]

سنہ ۹ھ مین ایلاء کا واقعہ پیش آیا، حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کو تنبیہ کی تو حضرت
ام سلمہؓ کے پاس بھی آئے، وہ ان کی عزیز ہوتی تھین، ان سے بھی گفتگو کی، حضرت ام سلمہؓ
نے جواب دیا،[4]

عجبالك یا ابن الخطاب دخلت	عمرؓ تم ہر معاملہ مین دخل دینے لگے،
فی کل شئ حتی تبتغی ان تدخل	یہانتک کہ اب رسول اللہ صلی اللہ
بین رسول اللہ صلی اللہ	علیہ وسلم اور ان کی ازواج کے معاملات
علیہ وسلم وازواجہ	مین بھی دخل دیتے ہو،

چونکہ جواب نہایت خشک تھا، اس لیے حضرت عمرؓ چپ ہو گئے، اور اٹھکر چلے
آئے، رات کو یہ خبر مشہور ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دیدی،
صبح کو حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور تمام واقعہ بیان کیا،

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۰، [2] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۲، [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۷۳، [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۳۰

جب حضرت ام سلمہؓ کا قول نقل کیا تو آپ مسکرائے،

حجۃ الوداع مین جو سنہ ۱۰ھ مین ہوا، اگرچہ ام سلمہؓ علیل تھین، تاہم ساتھ آئین۔ نبہان (غلام) اونٹ کی مہار تھامے تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام مکاتب کے پاس اسقدر مال موجود ہو کہ وہ اس کو ادا کرکے آزاد ہو سکتا ہو تو اس سے پردہ ضروری ہوجاتا ہے،[1] طواف کے متعلق فرمایا کہ جب نماز فجر قائم ہو، تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنا، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ نے ایسا ہی کیا،[2]

سنہ ۱۱ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے، مرض نے طول کھینچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے مکان مین منتقل ہو گئے، حضرت ام سلمہؓ اکثر آپ کو دیکھنے کے لیے جایا کرتی تھین، ایک دن طبیعت زیادہ علیل ہوئی تو ام سلمہؓ چیخ اٹھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ یہ مسلمانون کا شیوہ نہین،[3] ایک دن مرض مین اشتداد ہوا تو ازواج نے دوا پلانی چاہی، چونکہ گوارا نہ تھی، آپنے انکار فرمایا، لیکن جب غشی طاری ہوگئی تو حضرت ام سلمہؓ اور (اسماء بنت عمیسؓ نے دوا پلادی،[4] بعض روایتوں مین ہے کہ ان دونون نے اس کا مشورہ دیا تھا) اسی زمانہ مین ایک روز حضرت ام سلمہؓ اور ام حبیبہؓ نے جو حبشہ ہو آئی تھین، وہان کے عیسائی معبدون کا (جو غالباً رومن کیتھولک گرجے ہون گے)، اور ان کے مجسمون اور تصویرون کا تذکرہ کیا، آپنے فرمایا ان لوگون مین جب کوئی نیک آدمی مرتا ہے تو اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنا لیتے ہین اور اس کا بت بنا کر اس مین کھڑا کرتے ہین، قیامت کے دن خدائے عزوجل کی نگاہ مین یہ لوگ بدترین مخلوق ہون گے،[5]

[1] مسند ج ۶ ص ۳۰۸ و ص ۲۸۹ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۹ و ۲۲۰ [3] طبقات ج ۲ ق ۲ ص ۱۳ [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۱ و طبقات ج ۲ ق ۲ ص ۳۲ [5] صحیح بخاری و صحیح مسلم

وفات سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے کان میں باتیں کی تھیں حضرت عائشہؓ اسی وقت بیتابانہ پوچھنے لگیں لیکن حضرت ام سلمہؓ نے توقف کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پوچھا[1]،

سنہ ۶۱ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی، حضرت ام سلمہؓ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، نہایت پریشان ہیں سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے، پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا حال ہے، ارشاد ہوا حسینؓ کے مقتل سے واپس آرہا ہوں، حضرت ام سلمہؓ بیدار ہوئیں تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے[2]، اسی حالت میں زبان سے نکلا اہل عراق نے حسینؓ کو قتل کیا، خدا ان کو قتل کرے، اور حسینؓ کو ذلیل کیا، خدا ان لوگوں پر لعنت کرے[3]،

سنہ ۶۳ھ میں واقعہ حرہ کے بعد شامی لشکر مکہ گیا، جہاں ابن زبیرؓ پناہ گزین تھے، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ایسے لشکر کا تذکرہ فرمایا تھا، بعض کو شبہہ ہوا، اور حضرت ام سلمہؓ سے دریافت کیا، بولیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ایک شخص مکہ میں پناہ لے گا، اس کے مقابلہ میں جو لشکر آئے گا، بیابان میں وہیں دھنس جائے گا، ام سلمہؓ نے پوچھا جو لوگ جبراً شریک کیے گئے ہوں گے وہ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن قیامت میں اپنی نیتوں کے مطابق اٹھیں گے، حضرت ابو جعفرؓ فرماتے تھے کہ یہ واقعہ مدینہ کے میدان میں پیش آئیگا[4]،

وفات | جس سال حرہ کا واقعہ ہوا (یعنی سنہ ۶۳ھ) اسی سال حضرت ام سلمہؓ نے انتقال فرمایا، اس وقت ۸۴ برس کا سن تھا حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھی، اور بقیع میں دفن کیا[5]،

---

[1] طبقات ج ۸ ق ۲ ص ۴۰ [2] صحیح ترمذی ص ۶۲۴ [3] مسند ج ۶ ص ۲۹۸ [4] صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۹۳ و ۴۹۴ [5] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۶،

اس زمانہ میں ولید بن عتبہ (ابوسفیان کا پوتا) مدینہ کا گورنر تھا، چونکہ حضرت ام سلمہؓ نے وصیت کی تھی کہ وہ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائے، اس لیے وہ جنگل کی طرف نکل گیا، اور اپنے بجائے حضرت ابوہریرہؓ کو بھیج دیا۔[1]

اولاد حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر سے جو اولاد ہوئی اس کے نام یہ ہیں،

سلمہؓ، حبشہ میں پیدا ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت حمزہؓ کی لڑکی امامہ سے کیا تھا،

عمرؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام سلمہؓ کا نکاح ان ہی نے کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں فارس اور بحرین کے حاکم تھے،

دُرّہ، ان کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے، حضرت ام حبیبہؓ نے کہ ازواج مطہراتؓ میں داخل تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، ہم نے سنا ہے کہ آپ دُرّہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے، اگر میں نے اس کی پرورش نہ بھی کیا ہوتا تو بھی وہ میرے لیے کسی طرح حلال نہ تھی، کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے"[2]

زینبؓ، پہلے برہ نام تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رکھا،[3]

حلیہ اصابہ میں ہے:

كانت ام سلمة موصوفة بالجمال البارع — یعنی حضرت ام سلمہؓ نہایت حسین تھیں،

ابن سعد[4] نے روایت کی ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کو ان کے حسن کا حال معلوم ہوا تو سخت پریشان ہوئیں، مگر یہ واقدی کی روایت ہے جو چنداں قابل اعتبار نہیں،

حضرت ام سلمہؓ کے بال نہایت گھنے تھے،[5]

---

[1] طبری کبیر ج ۳ ص ۲۴۴۴ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴ [3] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۲ [4] ابن سعد ج ۸ ص ۶۶
[5] مسند ج ۶ ص ۲۸۹

فضل وکمال علمی حیثیت سے اگرچہ تمام ازواج بلند رتبہ تھین، تاہم حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت ام سلمہ رضؓ کا ان مین کوئی جواب نہ تھا، چنانچہ محمود بن لبید کہتے ہین،[1]

کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج احادیث
یحفظن من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کا مخزن تھین، تاہم عائشہ رضؓ اور ام سلمہ رضؓ کا
کثیرا ولا مثلا لعائشۃ وام سلمۃ	ان مین کوئی حریف مقابل نہ تھا،

مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور علانیہ کہتا تھا،

کیف نسأل احدا وفینا ازواج	آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ازواج
النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2]	کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیون پوچھین،

حضرت ابوہریرہ رضؓ اور ابن عباس رضؓ دریاے علم ہونے کے باوجود ان کے دریاے فیض سے مستغنی نہ تھے،[3] تابعین کرام کا ایک بڑا گروہ ان کے آستانۂ فضل پر سر بر تھا،

قرآن اچھا پڑھتین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر پڑھ سکتی تھین، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر قرأت کرتے تھے؟ بولین ایک ایک آیت الگ الگ کرکے پڑھتے تھے، اس کے بعد خود پڑھ کر بتلایا،[4]

حدیث مین حضرت عائشہ رضؓ کے سوا ان کا کوئی حریف نہ تھا، ان سے ۳۷۸ روایتین مروی ہین، اس بنا پر وہ محدثین صحابہ رضؓ کے تیسرے طبقہ مین شامل ہین،

حدیث سننے کا بڑا شوق تھا، ایک دن بال گوندھوا رہی تھین، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، زبان مبارک سے ایہا الناس (لوگو!) کا لفظ نکلا تو فوراً بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئین، اور کھڑے ہو کر پورا خطبہ سنا،[5]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ق ۲ ص ۱۲۶ [2] مسند ج ۶ ص ۳۱۷ [3] ایضاً ص ۳۱۲ [4] ایضاً ص ۳۰۰ و ۳۰۲ [5] (ایضاً ص ۳۰۱)

مجتہد محققین، صاحب اصابہ نے ان کے تذکرہ مین لکھا ہے،

صاحب العقل البالغ والرای الصائب[1] یعنی وہ کامل العقل اور صائب الرائے محققین،

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ان کے فتاوی اگر جمع کیے جائین تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے[2] ان کے فتاوی کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً متفق علیہ ہین، اور یہ ان کی دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کا کرشمہ ہے،

ان کی نکتہ سنجی پر ذیل کے واقعات شاہد ہین،

حضرت عبد اللہ بن زبیر رض عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، مروان نے پوچھا آپ یہ نماز کیون پڑھتے ہین؟ بولے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تھے، چونکہ انھون یہ حدیث حضرت عائشہ رض کے سلسلہ سے سنی تھی، مروان نے ان کے پاس تصدیق کے لیے آدمی بھیجا، انھون نے کہا مجھ کو ام سلمہ رض سے یہ حدیث پہنچی ہے، حضرت ام سلمہ رض کے پاس آدمی گیا اور یہ قول نقل کیا تو بولین،

یغفر اللہ لعائشۃ لقد وضعت	یعنی خدا عائشہ رض کی مغفرت کرے،
امری علی غیر موضعہ[3]	انھون نے بات نہین سمجھی،
اولم اخبرہا ان رسول	کیا مین نے ان سے یہ نہین کہا تھا کہ آنحضرت
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی
قد نہی عنہما[4]	ممانعت فرمائی ہے،

حضرت ابوہریرہ رض کا خیال تھا کہ رمضان مین جنابت کا غسل فوراً صبح اٹھ کر کرنا چاہیے،

---

[1] (اصابہ ج ۸ ص ۱۴۲)، [2] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳ [3] (مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۹) یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی ہے، ج ۲ ص ۹۶ ۲۳ [4] (مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۳)

ورنہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ایک شخص نے جاکر حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ سے پوچھا، دونوں نے کہا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت مین صائم ہوتے تھے[1] حضرت ابوہریرہؓ نے سنا تو رنگ فق ہوگیا، اس خیال سے رجوع کیا، اور کہا کہ مین کیا کرون فضل بن عباسؓ نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ کو زیادہ علم ہے،[2] (اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے اپنا فتویٰ واپس لے لیا)

ایک مرتبہ چند صحابہؓ نے دریافت کیا کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرونی زندگی کے متعلق کچھ ارشاد کیجیے، فرمایا، آپؐ کا ظاہر و باطن یکسان تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ سے واقعہ بیان کیا، فرمایا تم نے بہت اچھا کیا،[3]

حضرت ام سلمہؓ جواب صاف دیتی تھین اور کوشش کرتی تھین کہ سائل کو تشفی ہو جائے، ایک دفعہ کسی شخص کو مسئلہ بتایا، وہ ان کے پاس سے اٹھ کر دوسری ازواج کے پاس گیا، سب نے ایک ہی جواب دیا، واپس آکر حضرت ام سلمہؓ کو یہ خبر سنائی تو بولین نعم واشفیك! ذرا ٹھہرو! مین تمھاری تشفی کرنا چاہتی ہون، مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے،[4]

حضرت ام سلمہؓ کو حدیث و فقہ کے علاوہ اسرار کا بھی علم تھا، اور یہ وہ فن تھا جس کے حضرت حذیفہؓ عالم خصوصی تھے، ایکمرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ان کے پاس آئے تو بولین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض صحابی ایسے ہین جن کو نہ مین اپنے انتقال کے بعد دیکھون گا نہ وہ مجھ کو دیکھین گے حضرت عبدالرحمن گھبراکر حضرت عمرؓ کے پاس پہونچے اور ان سے یہ حدیث بیان کی، حضرت عمرؓ حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا:

---

[1] مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۶ و ۳۰۷ [2] ایضاً ص ۳۰۶ [3] ایضاً ص ۳۰۹ [4] ایضاً ص ۲۹۷

"خدا کی قسم سچ سچ کہنا کیا مین انہی مین ہون"؟ حضرت ام سلمہؓ نے کہا نہین، لیکن تمہارے علاوہ مین کسی کو مستثنیٰ نہین کرون گی۔[1]

حضرت ام سلمہؓ سے جن لوگون نے علم حدیث حاصل کیا ان کی ایک بڑی جماعت ہے، ہم صرف چند نامون پر اکتفا کرتے ہین،

عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، اسامہ بن زیدؓ، ہند بنت الحارث الفراسیہؓ، صفیہ بنت شیبہؓ، عمرؓ، زینبؓ (اولاد حضرت ام سلمہؓ)، مصعبؓ بن عبداللہ (برادرزادہ) نبہان (غلام مکاتب) عبداللہ بن رافعؓ، نافعؓ، شعبہؓ، پسر شعبہؓ، ابوکثیرؓ، خیرۃ والدۂ حسن بصریؓ، سلیمان بن یسارؓ، ابوعثمان النہدیؒ، حمیدؓ، ابوسلمہؓ، سعید بن مسیب، ابو وائل، صفیہ بنت محصن، شعبی، عبدالرحمان ابن حارث بن ہشام، عکرمہ، ابوبکر بن عبدالرحمان، عثمان بن عبداللہ ابن موہب، عروہ بن زبیرؓ، کریب مولی ابن عباسؓ، قبیصہ بن ذویبؓ، نافع مولا ابن عمرؓ، یعلیٰ بن مملک،

اخلاق و عادات

حضرت ام سلمہؓ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھین، ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس مین سونے کا کچھ حصہ شامل تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض کیا تو اسکو توڑ ڈالا۔[2] ہر مہینہ مین تین دن (دوشنبہ، جمعرات اور جمعہ) روزہ رکھتی تھین۔[3] ثواب کی متلاشی رہتی تھین، ان کے پہلے شوہر کی اولاد ان کے ساتھ تھی، اور وہ نہایت عمدگی سے ان کی پرورش کرتی تھین، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھ کو اس کا کچھ ثواب بھی ملے گا؟ آپ نے فرمایا "ہان"۔[4]

اچھے کامون مین شریک ہوتی تھین، آیت تطہیر انہی کے گھر مین نازل ہوئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہما کو بلا کر کمل اُڑھایا، اور کہا خدایا!

---

[1] مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۰ (ج ۶) [2] ایضاً ج ۶ ص ۳ [3] ایضاً ج ۶ ص ۲۸۹ [4] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۸

یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو پاک کر" حضرت ام سلمہ رضؓ نے یہ دعا سنی تو بولیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں ارشاد ہوا تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو[1]

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند تھیں، نماز کے اوقات میں بعض امرا نے تغیر و تبدل کیا یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیئے، تو حضرت ام سلمہ رضؓ نے ان کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر جلد پڑھا کرتے تھے، اور تم عصر جلد پڑھتے ہو[2]

ایک دن ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی، چونکہ سجدہ گاہ غبار آلود تھی، وہ سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑتے تھے، حضرت ام سلمہ رضؓ نے روکا کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روش کے خلاف ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام نے ایک دفعہ ایسا کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا، ترب وجھك لله! یعنی تیرا چہرہ خدا کی راہ میں غبار آلود ہو،[3]

فیاض تھیں، اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں، ایک دفعہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضؓ نے آکر کہا اماں! میرے پاس اس قدر مال جمع ہو گیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے، فرمایا بیٹا! اس کو خرچ کرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ بہت سے صحابہ ایسے ہیں جو مجھ کو میرے موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھ سکیں گے[4]

ایک مرتبہ چند فقراء جن میں عورتیں بھی تھیں، ان کے گھر آئے، اور نہایت الحاح سے سوال کیا، ام الحسن بیٹھی تھیں، انھوں نے ڈانٹا لیکن حضرت ام سلمہ رضؓ نے کہا ہم کو اس کا حکم نہیں ہے، اس کے بعد لونڈی سے کہا کہ ان کو کچھ دے کر رخصت کرو، کچھ نہ ہو تو ایک ایک چھوہارا ان کے ہاتھ پر رکھدو،[5]

---

[1] صحیح ترمذی ص ۵۳۰ [2] مسند (ج ۶) ۲۸۹ [3] ایضاً ج ۶ ص ۳۰۱ [4] ایضاً ص ۲۹۰ [5] استیعاب ج ۲ ص ۸۰۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ آپ کے موے مبارک تبرکاً رکھ چھوڑے تھے، جن کی وہ لوگون کو زیارت کراتی تھین[۱]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ انھون نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا کیا سبب ہے کہ ہمارا قرآن مین ذکر نہین، تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھی اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ[۲]،

مناقب | ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھین، حضرت جبرئیل آئے اور باتین کرتے رہے۔ ان کے جانے کے بعد آپ نے پوچھا "ان کو جانتی ہو؟" بولین دحیہ تھے، لیکن جب آپ نے اس واقعہ کو اور لوگون سے بیان کیا تو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ جبرئیل تھے[۳]، (غالباً یہ نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہوگا)،

---

[۱] مسند احمد (ج ۶ ص ۲۹۶) [۲] (ایضاً ص ۳۰۱) [۳] (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۱ مطبوعہ مصر)

(۷)

حضرت زینب رضؓ بنت جحش

نام ونسب | زینب نام، ام الحکم کنیت، قبیلۂ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، زینب بنت جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کثیر بن غنم بن دودان بن سعد بن خزیمہ، والدہ کا نام امیمہ تھا، جو عبد المطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھین، اس بنا پر حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھین،

اسلام | نبوت کے ابتدائی دور مین اسلام لائین، اسد الغابہ مین ہے،

کانت قدیمۃ الاسلام[۱] قدیم اسلام تھین،

نکاح | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کے ساتھ جو آپکے آزاد کردہ غلام اور متبنی تھے، ان کا نکاح کر دیا، اسلام نے دنیا مین مساوات کی جو تعلیم رائج کی ہے، اور پست وبلند کو جس طرح ایک سطح پر لا کھڑا کر دیا ہے، اگرچہ تاریخ مین اس کی ہزارون مثالین موجود ہین، لیکن یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان سب پر فوقیت رکھتا ہے، کیونکہ اسی سے عملی تعلیم کی بنیاد قائم ہوتی ہے، قریش اور خصوصاً خاندان ہاشم کو تولیت کعبہ کی وجہ سے عرب مین جو درجہ حاصل تھا، اس کے لحاظ سے شاہانِ یمن بھی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہین کر سکتے تھے، لیکن اسلام نے محض "تقویٰ" کو بزرگی کا معیار قرار دیا، اور فخر وادعا، کو جاہلیت کا شعار ٹھہرایا ہے،

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳

اس بنا پر اگرچہ حضرت زیدؓ بظاہر غلام تھے، تاہم چونکہ (وہ مسلمان اور مرد صالح تھے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ حضرت زینبؓ کا عقد کر دینے مین کوئی تکلف نہین ہوا) تعلیم مساوات کے علاوہ اس نکاح کا ایک مقصد اور بھی تھا جو اسد الغابہ مین مذکور ہے، اور وہ یہ ہے،

تزوجہا لیعلمہا کتاب اللہ وسنة رسولہ[1]	یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا نکاح زیدؓ سے اسلیے کیا تھا کہ انکو قرآن وحدیث کی تعلیم دین،

تقریباً ایک سال تک دونون کا ساتھ رہا، لیکن پھر تعلقات قائم نہ رہ سکے اور شکر رنجی بڑھتی گئی، حضرت زیدؓ نے بارگاہ نبوت مین شکایت کی[2]، اور طلاق دیدینا چاہا،

جاء زید بن حارثہ فقال یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان زینب اشتد علی لسانہا وانا ارید ان اطلقہا[3]	زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور عرض کی کہ زینب مجھ سے زبان درازی کرتی ہین اور مین ان کو طلاق دینا چاہتا ہون،

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ان کو سمجھاتے تھے کہ طلاق نہ دین، قرآن مجید مین ہے

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ (احزاب - ۵)	اور جبکہ تم اس شخص سے جس پر خدا نے اور تم نے احسان کیا تھا، یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح مین لیے رہو اور خدا سے خوف کرو۔

لیکن یہ کسی طرح صحبت برآ نہ ہو سکے، اور آخر حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دیدی، حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن تھین، اور آپ ہی کی تربیت مین پلی تھین، آپکے فرمانے سے

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [2] صحیح ترمذی ص ۵۳۱ [3] فتح الباری (ج ۸ ص ۴۰۳) تفسیر سورۂ احزاب

انھون نے یہ رشتہ منظور کرلیا تھا جو ان کے نزدیک ان کے خلاف شان تھا (چونکہ زیدؓ غلام رہ چکے تھے اس لیے حضرت زینبؓ کو یہ نسبت گوارا نہ تھی) بہرحال وہ متعلقہ ہوگئین تو آپ نے ان کی دلجوئی کے لیے خود ان سے نکاح کرلینا چاہا لیکن عرب مین اس وقت تک متبنیٰ اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لیے عام لوگون کے خیال سے آپ تامل فرماتے تھے، لیکن چونکہ یہ محض جاہلیت کی رسم تھی اور اس کا مٹانا مقصود تھا، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی،

وتخفی فی نفسك ما الله مبدیه — اور تم اپنے دل مین وہ بات چھپاتے ہو جسکو خدا

وتخشی الناس والله احق — ظاہر کردینے والا ہے اور تم لوگون سے ڈرتے ہو

ان تخشاه (احزاب - ۵) — حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہیے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تم زینبؓ کے پاس میرا پیغام لیکر جاؤ، زیدؓ ان کے گھر آئے تو وہ آٹا گوندھنے مین مصروف تھین، چاہا کہ ان کی طرف دیکھین لیکن پھر کچھ سوچ کر منہ پھیرلیا اور کہا "زینبؓ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لایا ہون" جواب ملا "مین بغیر استخارہ کیے کوئی رائے قائم نہین کرتی" یہ کہا اور مصلی پر کھڑی ہوگئین، اُدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی فلما قضی زید منها وطرا زوجناكها، اور نکاح ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے مکان پر تشریف لائے اور بلا استیذان اندر چلے گئے، دن چڑھے دعوت ولیمہ ہوئی، جو اسلام کی سادگی کی اصلی تصویر تھی، اس مین روٹی اور سالن کا انتظام تھا، انصار مین حضرت ام سلیمؓ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ اور حضرت انسؓ کی والدہ تھین، مالیدہ بھیجا تھا، غرض سب چیزین جمع ہوگئین، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو لوگون کے بلانے کے لیے بھیجا، ۳۰۰ آدمی شریک دعوت ہوئے، کھانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دس آدمیون کی ٹولیان کردی تھین، باری باری آتے،

اور کھانا کھا کر واپس جاتے تھے،

اسی دعوت مین آیت حجاب اتری جس کی وجہ یہ تھی کہ چند آدمی مدعو تھے، کھا کر باتین کرنے لگے اور اس قدر دیر لگائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرط مروت سے خاموش تھے، بار بار اندر جاتے اور باہر آتے تھے، اسی مکان مین حضرت زینبؓ بھی بیٹھی ہوئی تھین، اور ان کا منہ دیوار کی طرف تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت کو دیکھکر بعضون کو خیال ہوا اور اٹھکر چلے گئے، حضرت انسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دوسری ازواج کے مکان مین تھے، اطلاع دی، آپ باہر تشریف لائے تو وحی کی زبان اس طرح گویا ہوئی،[۱]

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا	اے ایمان والو نبی کے گھرون پر مت
بیوت النبی الا ان یؤذن لکم	جایا کرو، مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے
الیٰ طعام غیر نٰظرین انٰہ	اجازت دیجائے، ایسے طور پر کہ تم اسکی
ولکن اذا دعیتم فادخلوا	تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو
فاذا طعمتم فانتشروا ولا	بلایا جائے تب جایا کرو، پھر جب کھانا
مستانسین لحدیث ان ذٰلکم	کھا چکو تو اٹھکر چلے جایا کرو اور باتون
کان یؤذی النبی فیستحیی منکم	مین جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو، اس بات
واللہ لا یستحیی من الحق واذا	سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمھارا
سألتموھن متاعا فسئلوھن	لحاظ کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ صاف بات
من وراء حجاب	کہنے سے لحاظ نہین کرتا ہے، اور جب تم
(احزاب - ۷)	ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر مانگو،

آپ نے دروازہ پر پردہ لٹکا دیا، اور لوگون کو گھر کے اندر جانے کی ممانعت ہوگئی، یہ ذوالقعدہ ۵ھ کا واقعہ ہے،

حضرت زینبؓ کے نکاح کی چند خصوصیتین ہین جو کہین اور نہین پائی جاتین، ان کے نکاح سے جاہلیت کی ایک رسم کہ متبنیٰ اصلی بیٹے کا حکم رکھتا ہے ہٹ گئی، مساوات اسلامی کا وہ عظیم الشان منظر نظر آیا کہ آزاد و غلام کی تمیز اٹھ گئی، پردہ کا حکم ہوا، نکاح کے لیے وحی الٰہی آئی، ولیمہ مین تکلف ہوا، اسی بنا پر حضرت زینبؓ اور ازواج کے مقابلہ مین فخر کیا کرتی تھین[1]،

ازواج مطہراتؓ مین جو بیبیان حضرت عائشہؓ کی ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھین، ان مین حضرت زینبؓ خصوصیت کے ساتھ ممتاز تھین، خود حضرت عائشہؓ کہتی ہین،

ھی[2] التی کانت تسامینی منھن	ازواج مین سے وہی رسول اللہ صلی اللہ
فی المنزلۃ عند رسول اللہ	علیہ وسلم کی نگاہ مین عزت ومرتبہ مین
صلے اللہ علیہ وسلم	میرا مقابلہ کرتی تھین،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی خاطرداری منظور رہتی تھی، یہی وجہ تھی کہ جب چند ازواج نے حضرت فاطمہؓ زہرا کو سفیر بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھیجا، اور وہ ناکام واپس آئین تو سب نے اس خدمت (سفارت) کے لیے حضرت زینبؓ کا انتخاب کیا، کیونکہ وہ اس خدمت کے لیے زیادہ موزون تھین، انھون نے بڑی دلیری سے پیغام ادا کیا، اور بڑے زور کے ساتھ یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت عائشہؓ اس رتبہ کی مستحق نہین ہین، حضرت عائشہؓ چپ سن رہی تھین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی طرف دیکھتی جاتی تھین، حضرت زینبؓ جب تقریر کر چکین تو مرضی پاکر کھڑی ہوئین اور اس زور وشور کے ساتھ تقریر کی کہ

[1] ترمذی ص ۵۳۱ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۴) [2] صحیح مسلم باب فضل عائشہؓ

حضرت زینبؓ لاجواب ہو کر رہ گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیون نہ ہو ابوبکرؓ کی بیٹی ہے"[1]

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہراتؓ سے فرمایا تھا،

اسرعکن لحاقابی اطولکن یدا "تم مین مجھ سے جلد وہ ملیگی جسکا ہاتھ لمبا ہوگا"

یہ استعارۃً فیاضی کی طرف اشارہ تھا لیکن ازواج مطہرات اس کو حقیقت سمجھین، چنانچہ باہم اپنے ہاتھون کو ناپا کرتی تھین، حضرت زینبؓ اپنی فیاضی کی بنا پر اس پیشینگوئی کا مصداق ثابت ہوئین، ازواج مطہراتؓ مین سب سے پہلے انتقال کیا، کفن کا خود سامان کر لیا تھا، اور وصیت کی تھی کہ حضرت عمرؓ بھی کفن دین تو ان مین سے ایک کو صدقہ کر دینا، چنانچہ یہ وصیت پوری کی گئی، حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اس کے بعد ازواج مطہراتؓ سے دریافت کیا کہ کون قبر مین داخل ہوگا؟ انھون نے کہا وہ شخص جو ان کے گھر مین داخل ہوا کرتا تھا، چنانچہ اسامہ بن زیدؓ، محمد بن عبد اللہ بن جحش، عبد اللہ بن ابی احمد بن جحش نے ان کو قبر مین اتارا اور بقیع مین سپرد خاک کیا،[2]

حضرت زینبؓ نے ۲۰ھ مین انتقال کیا، اور ۵۳ برس کی عمر پائی، واقدی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس وقت نکاح ہوا اس وقت ۳۵ سال کی تھی، لیکن یہ عام روایت کے خلاف ہے، عام روایت کے مطابق ان کا سن ۳۸ سال کا تھا،

حضرت زینبؓ نے مال متروکہ مین صرف ایک مکان یادگار چھوڑا تھا جس کو ولید بن عبد الملک نے اپنے زمانۂ حکومت مین پچاس ہزار درہم پر خرید کیا اور وہ مسجد نبویؐ مین شامل کر دیا گیا،[3]

حلیہ حضرت زینبؓ کوتاہ قامت لیکن خوبصورت اور موزون اندام تھین،[4]

فضل وکمال روایتین کم کرتی تھین، کتب حدیث مین ان سے صرف گیارہ روایتین،

[1] صحیح مسلم فضل عائشہؓ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۱، مسلم ص ۳۴۱ ج ۲، اسد الغابہ ص ۴۶۵ ج ۵ [3] طبری ص ۳۴۹ ج ۲ [4] زرقانی ج ۳ ص ۲۸۳،

منقول ہین، راویون مین حضرت ام حبیبہؓ، زینب بنتؓ ابی سلمہ، محمد بن عبد اللہ بن جحش (برادر زادہ) کلثوم بنت طلق اور مذکور (غلام) داخل ہین،

اخلاق | حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہین،

کانت زینبؓ صالحة صوامة قوامة[1]	یعنی حضرت زینبؓ نیک خو، روزہ دار ونماز گذار تھین،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہین،

لم ارامرءة قط خیرا فی الدین	یعنی مین نے کوئی عورت زینبؓ سے
من زینبؓ واتقی للہ واصدق	زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ
حدیثا واوصل للرحم واعظم	راست گفتار، زیادہ فیاض، مخیر اور
صدقة واشد ابتذالا لنفسها	خدا کی رضا جوئی مین زیادہ سرگرم نہین
فی العمل الذی تصدق به	دیکھی، فقط مزاج مین ذرا تیزی تھی،
وتقرب به الی اللہ ماعدا سورة	جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی
من حدة کانت فیها تسرع منها الفیئة[2]	ہوتی تھی،

حضرت زینبؓ کا زہد و تورع مین یہ حال تھا کہ جب حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا گیا اور اس اتہام مین خود حضرت زینبؓ کی بہن حمنہ شریک تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت عائشہؓ کی اخلاقی حالت دریافت کی تو انھون نے صاف لفظون مین کہدیا،

ماعلمت الا خیراً	مجھکو حضرت عائشہؓ کی بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہین،

حضرت عائشہؓ کو ان کے اس صدق و قرار حق کا اعتراف کرنا پڑا،

[1] زرقانی بحوالہ ابن سعد [2] مسلم ج ۲ ص ۳۳۵ (فضل عائشہؓ)

عبادت مین نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھین، ایک مرتبہ آپ مہاجرین پر کچھ مال تقسیم کر رہے تھے، حضرت زینبؓ اس معاملہ مین کچھ بول اٹھین حضرت عمرؓ نے ڈانٹا، آپ نے فرمایا ان سے درگذر کرو یہ اَوّاہ ہین[1] (یعنی خاشع ومتضرع ہین)

نہایت قانع اور فیاض طبع تھین، خود اپنے دست وبازو سے معاش پیدا کرتی تھین، اور اس کو خدا کی راہ مین لٹا دیتی تھین، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقرا، اور مساکین مین سخت کھلبلی پیدا ہوگئی اور وہ گھبرا گئے[2]، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کا سالانہ نفقہ بھیجا، انھون نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا، اور برزہ بنت رافع کو حکم دیا کہ میرے خاندانی رشتہ دارون اور یتیمون کو تقسیم کردو، برزہ نے کہا آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے؟ انھون نے کہا کپڑے کے نیچے جو کچھ ہو وہ تمھارا ہے، دیکھا تو پچاسی درہم نکلے، جب تمام مال تقسیم ہوچکا تو دعا کی کہ خدایا اس سال کے بعد مین عمرؓ کے عطیہ سے فائدہ نہ اٹھاؤن، دعا قبول ہوئی، اور اسی سال انتقال ہوگیا[3]،

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۹۳ [2] اصابہ ج ۸ بحوالہ ابن سعد [3] (ابن سعد ج ۸ ص ۷۸)

۰۔۰۔۰ ✻ ۰۔۰۔۰

حضرت جویریہؓ

نام ونسب جویریہ نام، قبیلۂ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، جویریہؓ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ (مصطلق) بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو مزیقیار،

حارث بن ابی ضرار حضرت جویریہؓ کے والد خاندان بنو مصطلق کے سردار تھے[1]۔

نکاح حضرت جویریہؓ کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ مین مسافع بن صفوان (ذی شفر) سے ہوا تھا،

غزوۂ مریسیع اور نکاح ثانی حضرت جویریہؓ کا باپ اور شوہر مسافع دونون دشمنِ اسلام تھے۔ چنانچہ حارث نے قریش کے اشارہ سے یا خود مدینہ پر حملہ کی تیاریان شروع کی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو مزید تحقیقات کے لیے بریدہؓ بن حصیب اسلمی کو روانہ کیا، انھون نے واپس آکر خبر کی تصدیق کی، آپ نے صحابہؓ کو تیاری کا حکم دیا، ۲ شعبان ۵ھ کو فوجین مدینہ سے روانہ ہوئین، اور مریسیع مین جو مدینہ منورہ سے ۹ منزل ہے پہنچکر قیام کیا لیکن حارث کو یہ خبرین پہلے سے پہنچ چکی تھین۔ اس لیے اس کی جمعیت منتشر ہوگئی، اور وہ خود بھی کسی طرف نکل گیا لیکن مریسیع مین جو لوگ آباد تھے، انھون نے صف آرائی کی اور دیر تک جم کر تیر برساتے رہے، مسلمانون نے دفعۃً ایک ساتھ حملہ کیا تو ان کے پانون اکھڑ گئے، ۱۱ آدمی

[1] طبقات ج ۸ ق ۱ ص ۸۵

مارے گئے اور باقی گرفتار ہوگئے، جن کی تعداد تقریباً ۶۰۰ سو تھی غنیمت مین دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریان ہاتھ آئین،

لڑائی مین جو لوگ گرفتار ہوئے ان مین حضرت جویریہؓ بھی تھین، ابن اسحٰق کی روایت ہے جو بعض حدیث کی کتابون مین بھی ہے کہ تمام اسیرانِ جنگ لونڈی غلام بناکر تقسیم کر دیے گئے حضرت جویریہؓ ثابت بن قیس کے حصہ مین آئین، انھون نے ثابت سے درخواست کی کہ مکاتبت کرلو یعنی مجھ سے کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دو"، ثابت نے ۹ اوقیہ سونے پر منظور کیا حضرت جویریہؓ کے پاس روپیہ تھا چاہا کہ لوگون سے روپیہ مانگ کر یہ رقم ادا کرین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی آئین، حضرت عائشہؓ بھی وہان موجود تھین،

ابن اسحٰق نے حضرت عائشہؓ کی زبانی روایت کی ہے جو یقیناً ان کی ذاتی راے ہے کہ چونکہ جویریہؓ نہایت شیرین ادا تھین، مین نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے دیکھا تو سمجھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ان کے حسن وجمال کا وہی اثر ہوگا جو مجھ پر ہوا، غرض وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئین، آپ نے فرمایا کیا تم کو اس سے بہتر چیز کی خواہش نہین؟ انھون نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمھاری طرف سے مین روپیہ ادا کر دیتا ہون اور تم سے نکاح کرلیتا ہون" حضرت جویریہؓ راضی ہوگئین، آپ نے تنہا وہ رقم ادا کر دی، اور ان سے شادی کرلی،

لیکن دوسری روایت مین اس سے زیادہ واضح بیان مذکور ہے،

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت جویریہؓ کا باپ (حارث) رئیسِ عرب تھا حضرت جویریہؓ جب گرفتار ہوئین تو حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور کہا کہ "میری بیٹی کنیز نہین بن سکتی، میری شان اس سے بالاتر ہے، مین اپنے قبیلہ کا سردار اور رئیس عرب ہون آپ

اس کو آزاد کردین، آپ نے فرمایا کہ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہؓ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے،
حارث نے جاکر جویریہؓ سے کہا کہ محمدؐ نے تیری مرضی پر رکھا ہے، دیکھنا مجھ کو رسوا نہ کرنا، انھون
نے کہا "مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہنا پسند کرتی ہون"، چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کرلی،

ابن سعد نے طبقات مین یہ روایت کی ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد نے ان کا زرفدیہ
ادا کیا، اور جب وہ آزاد ہوگئین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا،[۱]

حضرت جویریہؓ سے جب آپ نے نکاح کیا تو تمام اسیران جنگ جو اہل فوج کے
حصہ مین آگئے تھے، دفعۃً رہا کردیے گئے، فوج نے کہا کہ جس خاندان مین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے شادی کرلی وہ غلام نہین ہو سکتا،[۲]

حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ "مین نے کسی عورت کو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق مین
مبارک نہین دیکھا، ان کے سبب سے بنو مصطلق کے سیکڑون گھرانے آزاد کردیے گئے،[۳]

حضرت جویریہؓ کا نام برہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہؓ رکھا، کیونکہ
اس مین بد فالی تھی،[۴]

وفات — حضرت جویریہؓ نے ربیع الاول سنہ ۵۰ھ مین وفات پائی، اس وقت ان کا سن ۶۵
برس کا تھا، مروان نے نماز جنازہ پڑھی، اور جنت البقیع مین دفن ہوئین،

حلیہ — حضرت جویریہؓ خوبصورت اور موزون اندام تھین، حضرت عائشہؓ کہتی ہین،

کانت امرأۃ حلوۃ ملاحۃ لایراھا احد الا اخذت بنفسہ[۵]

---

[۱] ابن سعد ج ۸ ص ۸۴ [۲] ابو داؤد کتاب العتاق ج ۲ ص ۱۰۵، طبقات ج ۲ ق ۱ ص ۴۶، صحیح مسلم ص ۶۱
[۳] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۰ [۴] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۱ [۵] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۰

فضل وکمال	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کیں، ان سے حسب ذیل بزرگوں نے

حدیث سنی ہے، ابن عباسؓ، جابرؓ، ابن عمرؓ، عبید بن السباقؒ، طفیل، ابو ایوب مراغی، کلثوم، ابن مصطلق، عبد اللہ بن شداد بن الہاد، کریب،

اخلاق	حضرت جویریہؓ زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں، ایک دن صبح کو مسجد میں دعا کر رہی تھیں، آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم گذرے اور دیکھتے ہوئے چلے گئے، دوپہر کے قریب آئے تب بھی انکو اسی حالت میں پایا[1]،

جمعہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو روزہ سے تھیں، حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے دریافت کیا کہ کل روزہ سے تھیں؟ بولیں "نہیں" فرمایا "تو کل رکھو گی؟" جواب ملا "نہیں"، ارشاد ہوا "تو پھر تم کو افطار کر لینا چاہیے"[2]۔

(دوسری روایتوں میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے، ان تین دنوں میں ایک دن جمعہ کا ضرور ہوتا تھا، اسلیے تنہا جمعہ کے دن ایک روزہ رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے، ائمہ حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، امام مالکؒ سے بھی جواز کی روایت ہے بعض شافعیہ نے اس سے روکا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۰۴، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک احتیاط اس میں ہے کہ جمعہ کے روزہ کیساتھ ایک روزہ اور ملا لیا جایا کرے (بذل المجہود جلد ۳ صفحہ ۱۶۹) یہ بحث صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے متعلق ہے، اور دونوں سے اس کا تعلق نہیں ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی، اور ان کے گھر آتے جاتے تھے، ایک مرتبہ آکر پوچھا کہ "کچھ کھانے کو ہے"؟ جواب ملا "میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے، اسکے سوا اور کچھ نہیں"۔ فرمایا "اسے اٹھا لاؤ، کیونکہ صدقہ جس کو دیا گیا تھا اس کو پہنچ چکا"[3]۔

[1] صحیح ترمذی ص ۵۹۰ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۷ [3] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۰

(۹)

حضرت ام حبیبہؓ

نام ونسب رملہ نام، ام حبیبہؓ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، رملہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس، والدہ کا نام صفیہ بنت ابو العاص تھا، جو حضرت عثمانؓ کی حقیقی پھوپھی تھین، حضرت ام حبیبہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۱۷ سال پہلے پیدا ہوئین،[1]

نکاح عبید اللہ بن جحش سے کہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے، نکاح ہوا،[2]

اسلام اور ان ہی کے ساتھ مسلمان ہوئین، اور حبش کو ہجرت کی حبش مین جاکر عبید اللہ نے عیسائی مذہب اختیار کیا، ام حبیبہؓ سے بھی کہا لیکن وہ اسلام پر قائم رہین، اب وہ وقت آگیا کہ ان کو اسلام اور ہجرت کی فضیلت کے ساتھ ام المومنین بننے کا شرف بھی حاصل ہو، عبید اللہ نے عیسائی ہوکر بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنا شروع کی، مے نوشی کی عادت ہوگئی، آخر ان کا انتقال ہوگیا،[3]

نکاح ثانی عدت کے دن ختم ہوئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی خدمت مین بغرض نکاح بھیجا، جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے ام حبیبہؓ کو اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ سے پیغام دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو تمھارے نکاح کے لیے لکھا ہے، انھون نے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا، اور اس مژدہ کے

[1] اصابہ ج ۸ ص ۸۴ [2] (ایضاً) [3] زرقانی ج ۳ ص ۲۴۶ بحوالہ ابن سعد

صلہ مین ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیان دین، جب شام ہوئی تو نجاشی نے جعفرؓ ابن ابی طالب اور وہان کے مسلمانون کو جمع کرکے خود نکاح پڑھایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چارسو دینار مہر ادا کیا۔ نکاح کے بعد حضرت ام حبیبہؓ جہاز مین بیٹھکر روانہ ہوئین اور مدینہ کے بندرگاہ مین اترین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر مین تشریف رکھتے تھے، یہ ۶ھ یا ۷ھ کا واقعہ ہے، اس وقت حضرت ام حبیبہؓ کی عمر ۳۶، ۳۷ سال کی تھی۔

حضرت ام حبیبہؓ کے نکاح کے متعلق مختلف روایتین ہین، ہم نے جو روایت لی ہے وہ مسند کی ہے، اور مشہور روایتون کے مطابق ہے، البتہ مہر کی تعداد مین کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے، عام روایت یہ ہے اور مسند مین بھی ہے کہ ازواج مطہرات اور صاحبزادیون کا مہر چار چار سو درہم تھا، اس بنا پر چارسو دینار راوی کا سہو ہے۔ اس موقع پر ہم کو صحیح مسلم کی ایک روایت کی تنقید کرنا ہے،

صحیح مسلم مین ہے کہ لوگ ابوسفیان کو نظر اٹھا کے دیکھنا اور ان کے پاس بیٹھنا پسند کرتے تھے، اس بنا پر انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳ چیزون کی درخواست کی جن مین ایک یہ بھی تھی کہ ام حبیبہؓ سے شادی کر لیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی درخواست منظور فرمائی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان کے مسلمان ہونے کے وقت حضرت ام حبیبہؓ ازواج مطہرات مین داخل نہین ہوئی تھین، لیکن یہ راوی کا وہم ہے، چنانچہ ابن سعد، ابن حزم، ابن جوزی، ابن اثیر، بیہقی اور عبدالعظیم منذری نے اس کے خلاف روایتین کی ہین، اور ابن سعد کے سوا سب نے اس روایت کی تردید کی ہے،

۱؎ مسند ج ۶ ص ۴۲۷ (و تاریخ طبری واقعات ۶ھ)، ۲؎ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۱

وفات | حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے بھائی امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں سنہ ۴۴ھ میں انتقال کیا، اور مدینہ میں دفن ہوئیں، اس وقت ۷۳ برس کا سن تھا، قبر کے متعلق اس قدر معلوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھی، (حضرت علیؓ بن حسینؓ) سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا کہ "یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے"۔ چنانچہ اس کو میں نے اسی جگہ رکھدیا،[1]

وفات کے قریب حضرت ام حبیبہؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ سوکنوں میں باہم جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم لوگوں میں بھی کبھی ہو جایا کرتا تھا اس لیے مجھکو معاف کردو، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کردیا، اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی، تو بولیں، تم نے مجھ کو خوش کیا خدا تم کو خوش کرے۔[2]

اولاد | پہلے شوہر سے دو لڑکے پیدا ہوئے، عبد اللہ اور حبیبہ، حبیبہؓ نے آغوش نبوت میں تربیت پائی، اور داؤد بن عروہ بن مسعود کو منسوب ہوئیں، جو قبیلہ ثقیف کے رئیس اعظم تھے،

حلیہ | خوبصورت تھیں، صحیح مسلم میں خود ابو سفیان کی زبانی منقول ہے،[3]

عندی احسن العرب و | میرے ہاں عرب کی حسین تر اور
اجملہ ام حبیبۃ | جمیل تر عورت موجود ہے،

فضل وکمال | حضرت ام حبیبہؓ سے حدیث کی کتابوں میں (۶۵) روایتیں منقول ہیں، راویوں کی تعداد بھی کم نہیں، بعض کے نام یہ ہیں، حبیبہؓ (دختر) معاویہؓ، اور عتبہؓ پسران ابو سفیانؓ، عبد اللہ بن عتبہ، ابو سفیان بن سعید ثقفی (خواہر زادہ) سالم بن سوار (مولی)

[1] استیعاب جلد ۲ ص ۷۵۰، [2] اصابہ جلد ۸ ص ۸۵ بحوالہ ابن سعد (ابن سعد جزء نساء ص ۷۱)، [3] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۶۱

ابو الجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ابو سلمہؓ، عروہ بن زبیرؓ، ابو صالح السمان، شہر ابن حوشب،

اخلاق — حضرت ام حبیبہؓ کے جوش ایمان کا یہ منظر قابل دید ہے کہ فتح مکہ سے قبل جب ان کے باپ (ابو سفیان) کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے اور ان کے گھر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے پر بیٹھنا چاہتے تھے، حضرت ام حبیبہؓ نے یہ دیکھکر بچھونا الٹ دیا، ابو سفیان سخت برہم ہوئے کہ بچھونا اسقدر عزیز ہے! بولین یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش ہے، اور آپ مشرک ہین اور اس بنا پر ناپاک ہین، ابو سفیان نے کہا کہ تو میرے پیچھے بہت بگڑ گئی[1]

حدیث پر بہت شدت سے عمل کرتی تھین، اور دوسرون کو بھی تاکید کرتی تھین، ان کے بھانجے ابو سفیان بن سعید بن المغیرہ آئے اور انھون نے ستو کھا کر کلی کی تو بولین تم کو وضو کرنا چاہیے، کیونکہ جس چیز کو آگ پکاوے اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے،[2] یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے،

(یہ حکم منسوخ ہے، یعنی پہلے تھا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی نہین رکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام آگ پر پکی ہوئی چیزین کھاتے تھے، (اور اگر پہلے سے وضو ہوتا) تو دوبارہ وضو نہین کرتے تھے، بلکہ پہلے ہی وضو سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے، اس قسم کی ایک حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حالات مین آیندہ ملے گی)

ابو سفیانؓ کا انتقال ہوا تو خوشبو لگا کر رخسارون پر ملی اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ کسی پر تین دن سے زیادہ غم نہ کیا جائے، البتہ شوہر کے لیے ۴ مہینہ

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۸۵ بحوالہ ابن سعد [2] مسند ج ۲ ص ۳۲۶

دس دن سوگ کرنا چاہیے[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ سنا تھا کہ جو شخص بارہ رکعت روزانہ نفل پڑھے گا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا، فرماتی ہیں فما برحت اصلیھن بعد! میں ان کو ہمیشہ پڑھتی ہوں، اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے شاگرد اور بھائی عتبہ اور عتبہ کے شاگرد عمرو ابن اوس اور عمرو کے شاگرد نعمان بن سالم سب اپنے زمانہ میں برابر یہ نماز میں پڑھتے رہے[2]

فطرۃً نیک مزاج تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میری بہن سے آپ نکاح کر لیجیے، فرمایا "کیا تمھیں یہ پسند ہے؟" بولیں ہاں میں ہی آپ کی تنہا بیوی نہیں ہوں، اس لیے میں یہ پسند کرتی ہوں کہ آپ کے نکاح کی سعادت میں میرے ساتھ میری بہن بھی شریک ہو[3]

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۳ [2] (مسند ج ۶ ص ۳۲۶، [3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴ (باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم ویحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب)

(۱۰)

حضرت میمونہؓ

نام ونسب میمونہ نام، قبیلہ قریش سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، میمونہ بنت حارث بن حزن ابن بجیر بن ہزم بن رویبۃ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصیفۃ بن قیس بن عیلان بن مضر۔ والدہ قبیلۂ حمیر سے تھیں، ان کا نام ونسب حسب ذیل ہے،

ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطۃ بن جرش[۱]،

نکاح پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے نکاح ہوا[۱] لیکن کسی وجہ سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی، پھر ابورہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں آئیں، ابورہم نے سنہ ۷ھ میں وفات پائی تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتساب کی کوشش کی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ سنہ ۷ھ میں عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے تھے اسی احرام کی حالت میں حضرت میمونہؓ سے نکاح ہوا[۲]، حضرت عباسؓ نکاح کے متولی ہوئے تھے[۳]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ سے فارغ ہو کر جب مدینہ واپس ہوئے تو سرف میں جو مدینہ کے راستہ پر مکہ سے ۱۰ میل ہے[۴]، قیام فرمایا، ابورافع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت میمونہؓ کو لے کر سرف پہنچے اور یہاں رسم عروسی ادا ہوئی[۵]، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

۱ زرقانی ص ۲۰۸ ج ۳ ۲ بخاری ص ۶۱۱ ج ۲ ۳ نسائی ص ۵۱۳ ۴ تہذیب ص ۴۵۳ ج ۱۲ ۵ ابن سعد ص ۸۹ ج ۲ ق ۱

کا آخری نکاح تھا، اور حضرت میمونہؓ سب سے آخری بیوی تھین[1]،

وفات — یہ عجیب اتفاق ہے کہ مقام سرف میں ان کا نکاح ہوا تھا اور سرف ہی مین انھون نے انتقال بھی کیا، حضرت ابن عباسؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر مین اتارا[2] صحاح مین ہے کہ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا "یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہین، جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو، با ادب آہستہ لے چلو"[3] سالِ وفات کے متعلق اگرچہ اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ انھون نے ۵۱ھ مین وفات پائی،

فضل وکمال — حضرت میمونہؓ سے (۴۶) حدیثین مروی ہین جن مین بعض سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے،

ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ پراگندہ ہوئے، تو کہا بیٹا! اس کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا ام عمار میرے کنگھا کرتی تھیں اور آج کل ان کے ایام کا زمانہ ہے) بولین کیا خوب! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری گود مین سر رکھکر لیٹتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے، اور ہم اسی حالت مین ہوتے تھے، اسی طرح ہم چٹائی اٹھاکر مسجد مین رکھ آتے تھے، بیٹا! کہین یہ ہاتھ مین بھی ہوتا ہے،[4]

حضرت میمونہؓ سے جن بزرگون نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہین،

حضرت ابن عباسؓ، عبد اللہؓ بن شداد بن الہاد، عبد الرحمٰن بن السائب، یزید بن اصم (یہ سب ان کے بھانجے تھے) عبید اللہ الخولانی (ربیب تھے) ندبہ (کنیز تھین) عطاء بن یسار، سلیمان بن یسار، (غلام تھے) ابراہیم بن عبد اللہ بن معبد بن عباس، کریب (ابن عباسؓ کے غلام)، عبیدہ بن سباق عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، عالیہ بنت سبیع،

---

[1] ذیل المذیل طبری ج ۱۳ ص ۲۴۵۳ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۱ و مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۳۳

[3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۸، [4] مسند ج ۶ ص ۳۳۱

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں[1]،	اخلاق

انھا کانت اتقانا اللہ واوصلنا للرحم — میمونہؓ خدا سے بہت ڈرتی اور صلہ رحمی کرتی تھیں۔

احکام نبوی کی تعمیل ہر وقت پیش نظر رہتی تھی، ایک دفعہ ان کی کنیز بدیہ ابن عباسؓ کے گھر گئی تو دیکھا کہ میاں بیوی کے بچھونے دور دور بچھے ہیں، خیال ہوا کہ شاید کچھ رنجش ہو گئی ہے، لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ (بیوی کے ایام کے زمانہ میں) اپنا بستر ان سے الگ کر لیتے ہیں، آکر حضرت میمونہؓ سے بیان کیا تو بولیں، ان سے جا کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے اس قدر کیوں اعراض ہے؟ آپ برابر ہم لوگوں کے بچھونوں پر آرام فرماتے تھے[2]۔

ایک عورت بیمار پڑی تو اس نے منت مانی تھی کہ شفا ہونے پر بیت المقدس جا کر نماز پڑھے گی، خدا کی شان وہ اچھی ہو گئی، اور سفر کی تیاریاں شروع کیں، جب رخصت ہونے کے لیے حضرت میمونہؓ کے پاس آئی، تو بولیں تم یہیں رہو اور مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو، کیونکہ یہاں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے[3]،

حضرت میمونہؓ کو غلام آزاد کرنے کا شوق تھا، ایک لونڈی کو آزاد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اللہ تم کو اس کا اجر دے[4])

حضرت میمونہؓ کبھی کبھی قرض لیتی تھیں، ایک بار زیادہ رقم قرض لی تو کسی نے کہا کہ آپ اسکو کس طرح ادا کریں گی؟ فرمایا "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے، خدا خود اس کا قرض ادا کر دیتا ہے[5]"

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۹۲ بحوالہ ابن سعد [2] مسند ج ۶ ص ۳۳۲ [3] ایضاً ص ۳۳۳ [4] ایضاً ۳۳۲ [5] ایضاً

(۱۱)

حضرت صفیہؓ

نام و نسب اصلی نام زینب تھا، لیکن چونکہ وہ جنگ خیبر میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئی تھیں، اور عرب میں غنیمت کے ایسے حصہ کو جو امام یا بادشاہ کیلیے مخصوص ہوتا تھا صفیہ کہتے تھے، اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہوگئیں، یہ زرقانی کی روایت ہے،

حضرت صفیہؓ کو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے سیادت حاصل ہے، باپ کا نام حیی بن اخطب تھا جو قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا، اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل مین شمار ہوتا تھا، ماں جس کا نام ضرہ تھا، سموال رئیس قریظہ کی بیٹی تھی، اور یہ دونون خاندان (قریظہ اور نضیر) بنو اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، جنھون نے زمانۂ دراز سے عرب کے شمالی حصون مین سکونت اختیار کر لی تھی،

نکاح حضرت صفیہؓ کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی، اسلام نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح مین آئین، جو ابو رافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا، کنانہ جنگ خیبر مین مقتول ہوا، حضرت صفیہؓ کے باپ اور بھائی بھی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئین، جب خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو دحیہ کلبیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتخاب کرنے کی اجازت دی، انھون نے حضرت صفیہؓ کو منتخب کیا، لیکن ایک صحابی

نے آپ کی خدمت مین آکر عرض کی کہ آپ نے رئیسہ بنو نضیر و قریظہ کو دحیہ کو دیدیا، وہ تو صرف آپ کے لیے سزاوار ہے، مقصد یہ تھا کہ رئیسہ عرب کے ساتھ عام عورتوں کا سا برتاؤ مناسب نہین، چنانچہ حضرت دحیہؓ کو آپ نے دوسری لونڈی عنایت فرمائی، اور صفیہؓ کو آزاد کر کے نکاح کر لیا[۱]، خیبر سے روانہ ہوے تو مقام صہبا مین رسم عروسی ادا کی[۲]، اور جو کچھ سامان لوگون کے پاس تھا اس کو جمع کر کے دعوت ولیمہ فرمائی، وہان سے روانہ ہوئے تو آپ نے ان کو خود اپنے اونٹ پر سوار کر لیا، اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا، یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواج مطہرات مین داخل ہو گئین[۳]،

عام حالات | حضرت صفیہؓ کے مشہور واقعات مین حج کا سفر ہے، جو انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا،

حضرت عثمانؓ کے ایام محاصرہ مین جو ۳۵ھ مین ہوا تھا، حضرت صفیہؓ نے انکی بے حد مدد کی تھی، جب حضرت عثمانؓ پر ضروریات زندگی مسدود کر دی گیئن، اور انکے مکان پر پہرہ بٹھا دیا گیا تو وہ خود خچر پر سوار ہو کر ان کے مکان کی طرف چلین، غلام ساتھ تھا، اشتر کی نظر پڑی تو انھون نے آکر خچر کو مارنا شروع کیا، حضرت صفیہؓ نے کہا، مجھ کو ذلیل ہونے کی ضرورت نہین، مین واپس جاتی ہون، تم خچر کو چھوڑ دو، گھر واپس آئین، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کیا، وہ ان کے مکان سے حضرت عثمانؓ کے پاس کھانا اور پانی لیجاتے تھے[۴]،

وفات | حضرت صفیہؓ نے رمضان ۵۰ھ مین وفات پائی اور جنۃ البقیع مین دفن

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب ما یذکر فی الفخذ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۴۵ [۲] (اصابہ ج ۸ ص ۱۲۶)

[۳] طبقات ج ۸ جزء نساء ص ۸۷ [۴] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷ بحوالہ ابن سعد

ہوئین، اس وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی، ایک لاکھ تر [illegible] چھوڑا، اور ایک ثلث کے لیے اپنے یہودی بھانجے کے لیے وصیت کر گئین[1]،

حلیہ کوتاہ قامت اور حسین تھین[2]،

فضل و کمال حضرت صفیہؓ سے چند حدیثین مروی [illegible]، جن کو حضرت زین العابدینؓ اسحاق بن عبد اللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنا[illegible] اور یزید بن معتب وغیرہ نے روایت کیا ہے،

دیگر ازواج کی طرح حضرت صفیہؓ بھی اپنے [illegible]مانہ مین علم کا مرکز تھین، چنانچہ حضرت صہیرہؓ بنت جیفر حج کر کے حضرت صفیہؓ کے [illegible] مدینہ آئین تو کوفہ کی بہت سی عورتین مسائل دریافت کرنے کی غرض سے بیٹھی [illegible]ی تھین، صہیرہؓ کا بھی یہی مقصد تھا، اس لیے انھون نے کوفہ کی عورتون سے سو[illegible] کرائے، ایک فتویٰ نبیذ کے متعلق تھا حضرت صفیہؓ نے سنا تو بولین اہل عراق اس [illegible]لہ کو اکثر پوچھتے ہین[3]،

اخلاق حضرت صفیہؓ مین بہت سے محاسنِ اخلاق [illegible]تھے، اسد الغابہ مین ہے،

کانت عاقلۃ من عقلاء النساء — وہ نہ[illegible] عاقلہ تھین،

زرقانی مین ہے[5]،

کانت صفیۃ عاقلۃ حلیمۃ فاضلۃ — یعنی [illegible] عاقل، فاضل اور حلیم تھین

حلم و تحمل ان کے باب فضائل کا نہایت جل[illegible] عنوان ہے، غزوۂ خیبر مین جب

---

[1] زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۶ [2] صحیح مسلم جلد ۱ ص ۸[illegible] [3] مسند جلد ۶ ص ۳۷۷ [4] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۴۹۰ [5] زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۶

وہ اپنی بہن کے ساتھ گرفتار ہو کر آرہی تھیں تو ان کی بہن یہودیوں کی لاشوں کو دیکھ دیکھ کر چیخ اٹھی تھی، حضرت صفیہ اپنے محبوب شوہر کی لاش سے قریب ہو کر گذریں لیکن اب بھی اسی طرح پیکر متانت تھیں، اور ان کی جبین تحمل پر کسی قسم کی شکن نہیں آئی،

ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے ان کو یہودیہ کہا، ان کو معلوم ہوا تو رونے لگیں، حضرت صفیہؓ کے پاس ایک کنیز تھی، جو حضرت عمرؓ سے جاکر ان کی شکایت کیا کرتی تھی، چنانچہ ایک دن کہا کہ ان میں یہودیت کا اثر آج تک باقی ہے، وہ یوم السبت کو اچھا سمجھتی ہیں، اور یہودیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہیں، حضرت عمرؓ نے تصدیق کے لیے ایک شخص کو بھیجا، حضرت صفیہؓ نے جواب دیا کہ یوم السبت کو اچھا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس کے بدلے خدا نے ہم کو جمعہ کا دن عنایت فرمایا ہے، البتہ میں یہود کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہوں، وہ میرے خویش و اقارب ہیں، اس کے بعد لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تونے میری شکایت کی تھی؟ بولی "ہاں مجھ کو شیطان نے بہکا دیا تھا"، حضرت صفیہؓ خاموش ہو گئیں، اور اس لونڈی کو آزاد کر دیا[1]،

حضرت صفیہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب آپ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولیں "کاش! آپ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی"، ازواج نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچ کہہ رہی ہیں[2]، (یعنی اس میں تصنع کا شائبہ نہیں ہے)

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷، (و زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶) [2] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶ بحوالہ ابن سعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے ساتھ نہایت محبت تھی، اور ہر موقع پر انکی دلجوئی فرماتے تھے، ایک بار آپ سفر مین تھے، ازواج مطہرات رضہ بھی ساتھ تھین، حضرت صفیہ رضہ کا اونٹ سوء اتفاق سے بیمار ہوگیا، حضرت زینب رضہ کے پاس ضرورت سے زیادہ تھے، آپؐ نے ان سے کہا کہ ایک اونٹ صفیہ رضہ کو دیدو، انھوں نے کہا کیا مین اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دون؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اسقدر ناراض ہوئے کہ ۲ دو مہینے تک ان کے پاس نہ گئے[۱]، ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضہ نے ان کے قد وقامت کی نسبت چند جملے کہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر مین چھوڑ دیجائے تو اس مین مل جائے[۲] (یعنی سمندر کو بھی گدلا کر سکتی ہے،

ایک بار آپؐ حضرت صفیہ رضہ کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ رو رہی ہین، آپ نے رونے کی وجہ پوچھی، انھون نے کہا کہ "عائشہ رضہ اور حفصہ رضہ کہتی ہین کہ ہم تمام ازواج مین افضل ہین، ہم آپؐ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچازاد بہن بھی ہین"، آپنے فرمایا کہ تم نے یہ کیون نہ کہدیا کہ "ہارون میرے باپ، موسیٰ میرے چچا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر ہین، اس لیے تم لوگ کیونکر مجھ سے افضل ہوسکتی ہو"[۳]

سفر حج مین حضرت صفیہ رضہ کا اونٹ بیٹھ گیا تھا، اور وہ سب سے پیچھے رہ گئی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر سے گذرے تو دیکھا کہ زار وقطار رو رہی ہین، آپ نے ردا اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ آنسو پونچھتے جاتے تھے، اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھین[۴]

[۱] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۶ بحوالہ ابن سعد و زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶ [۲] ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۳ [۳] صحیح ترمذی ص ۶۳۸ باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم [۴] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶

حضرت صفیہؓ سیر چشم اور فیاض واقع ہوئی تھین، چنانچہ جب وہ ام المومنین بن کر مدینہ مین آئین تو حضرت فاطمہؓ اور ازواجِ مطہراتؓ کو اپنی سونے کی بجلیان تقسیم کین،[1]

کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفۃً بھیجا کرتی تھین، حضرت عائشہؓ کے گھر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انھون نے پیالہ مین جو کھانا بھیجا تھا، اس کا ذکر بخاری اور نسائی وغیرہ مین آیا ہے،

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶

(۱۲)

(۱) حضرت زینب رضؓ

نام و نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہین بعثت سے دس برس پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۰ سال کی تھی، پیدا ہوئین،

نکاح ابو العاص بن ربیع لقیط سے جو حضرت زینبؓ کے خالہ زاد بھائی تھے نکاح ہوا،

عام حالات نبوت کے تیرہوین سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو اہل وعیال مکہ مین رہ گئے تھے، حضرت زینبؓ بھی اپنی سسرال میں تھین، غزوۂ بدر میں ابو العاص کفار کی طرف سے شریک ہوئے تھے، عبد اللہ بن جبیرؓ انصاری نے ان کو گرفتار کیا، اور اس شرط پر رہا کیے گئے کہ مکہ جاکر حضرت زینبؓ کو بھیجدین گے،[1]

ابو العاص نے مکہ جاکر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا، چونکہ کفار کے تعرض کا خوف تھا، کنانہ نے ہتھیار ساتھ لے لیے تھے مقام ذی طوی میں پہنچے تو قریش کے چند آدمیون نے تعاقب کیا، ہبار بن اسود

[1] طبقات ج ۸ ص ۲۰

نے حضرت زینبؓ کو نیزہ سے زمین پر گرادیا، وہ حاملہ تھیں، حمل ساقط ہوگیا، کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ "اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہوگا"، لوگ ہٹ گئے تو ابو سفیان سرداران قریش کے ساتھ آیا، اور کہا "تیر روک لو، ہم کو کچھ گفتگو کرنی ہے" انھوں نے تیر ترکش میں ڈال دیے، ابو سفیان نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں تم کو معلوم ہیں، اب اگر تم علانیہ ان کی لڑکی کو ہمارے قبضہ سے نکال لے گئے تو لوگ کہیں گے کہ ہماری کمزوری ہے، ہم کو زینبؓ کے روکنے کی ضرورت نہیں، جب شور و ہنگامہ کم ہوجائے اس وقت چپکے چوری لے جانا"، کنانہ نے یہ رائے تسلیم کی اور حضرت زینبؓ کو لے کر مکہ واپس آئے، چند روز کے بعد ان کو رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے، زیدؓ بن حارثہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے بھیجدیا تھا، وہ بطن یاجج میں تھے، کنانہ نے زینبؓ کو ان کے حوالہ کیا، وہ ان کو لیکر روانہ ہوگئے۔[1]

حضرت زینبؓ مدینہ میں آئیں، اور اپنے شوہر ابو العاص کو حالت شرک میں چھوڑا، جمادی الاول سنہ ۶ھ میں ابو العاص، قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ۱۷۰ سواروں کے ساتھ بھیجا، مقام عیص میں قافلہ ملا، کچھ لوگ گرفتار کیے گئے اور مال و اسباب لوٹ میں آیا، ان ہی میں ابو العاص بھی تھے، ابو العاص آئے تو حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دی، اور ان کی سفارش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا مال بھی واپس کرادیا، ابو العاص نے مکہ جاکر لوگوں کی امانتیں حوالہ کیں، اور اسلام

---

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۲۳

لائے، اسلام لانے کے بعد ہجرت کرکے مدینہ میں آئے، حضرت زینبؓ نے ان کو حالت شرک میں چھوڑا تھا، اس لیے دونوں میں باہم تفریق ہوگئی تھی، وہ مدینہ آئے تو حضرت زینبؓ دوبارہ ان کے نکاح میں آئیں، ترمذی وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کوئی جدید نکاح نہیں ہوا، لیکن دوسری روایت میں تجدید نکاح کی تصریح ہے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت کو اگرچہ اسناد کے لحاظ سے دوسری روایت پر ترجیح ہے لیکن فقہاء نے دوسری صورت پر عمل کیا ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ نکاح جدید کے مہر اور شرائط وغیرہ میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا ہوگا، اسی لیے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اس کو نکاح اول سے تعبیر کیا ورنہ بعد تفریق نکاح ثانی ضروری ہے،

ابو العاصؓ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شریفانہ تعلقات کی تعریف کی،[۱]

وفات نکاح جدید کے بعد حضرت زینبؓ بہت کم زندہ رہیں، اور ۸ھ میں انھوں نے انتقال کیا، حضرت ام ایمنؓ، حضرت سودہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور ام عطیہؓ نے غسل دیا جس کا طریقہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی، خود قبر میں اترے اور اپنے نور دیدہ کو خاک کے سپرد کیا، اس وقت چہرۂ مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے،[۲]

اولاد حضرت زینبؓ نے دو اولاد چھوڑی، علی اور امامہؓ، علی کی نسبت ایک روایت ہے کہ

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۱ [۲] طبقات ج ۸ ص ۲۴ و صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۷، و صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۶ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۸

نے حضرت زینبؓ کو نیزہ سے زمین پر گرا دیا، وہ حاملہ تھیں، حمل ساقط ہو گیا، کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ "اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہوگا" لوگ ہٹ گئے تو ابو سفیان سرداران قریش کے ساتھ آیا، اور کہا "تیر روک لو، ہم کو کچھ گفتگو کرنی ہے" انھوں نے تیر ترکش میں ڈال دیے، ابو سفیان نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں تم کو معلوم ہیں، اب اگر تم علانیہ ان کی لڑکی کو ہمارے قبضہ سے نکال لے گئے تو لوگ کہیں گے کہ ہماری کمزوری ہے، ہم کو زینبؓ کے روکنے کی ضرورت نہیں، جب شور و ہنگامہ کم ہو جائے اس وقت چپکے چوری لے جانا" کنانہ نے یہ رائے تسلیم کی اور حضرت زینبؓ کو لے کر مکہ واپس آئے، چند روز کے بعد ان کو رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے، زیدؓ بن حارثہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے بھیج دیا تھا، وہ بطن یاجج میں تھے، کنانہ نے زینبؓ کو ان کے حوالہ کیا، وہ ان کو لیکر روانہ ہو گئے[1]،

حضرت زینبؓ مدینہ میں آئیں، اور اپنے شوہر ابو العاص کو حالت شرک میں چھوڑا، جمادی الاول سنہ ۶ھ میں ابو العاص، قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ۱۷۰ سواروں کے ساتھ بھیجا، مقام عیص میں قافلہ ملا، کچھ لوگ گرفتار کیے گئے اور مال و اسباب لوٹ میں آیا، ان ہی میں ابو العاص بھی تھے، ابو العاص آئے تو حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دی، اور ان کی سفارش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال بھی واپس کرا دیا، ابو العاص نے مکہ جا کر لوگوں کی امانتیں حوالہ کیں، اور اسلام

---

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۲۳

لائے، اسلام لانے کے بعد ہجرت کرکے مدینہ میں آئے، حضرت زینبؓ نے ان کو حالتِ شرک میں چھوڑا تھا، اس لیے دونوں میں باہم تفریق ہوگئی تھی، وہ مدینہ آئے تو حضرت زینبؓ دوبارہ ان کے نکاح میں آئیں، ترمذی وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کوئی جدید نکاح نہیں ہوا، لیکن دوسری روایت میں تجدید نکاح کی تصریح ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کو اگرچہ اسناد کے لحاظ سے دوسری روایت پر ترجیح ہے لیکن فقہا نے دوسری صورت پر عمل کیا ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ نکاح جدید کے مہر اور شرائط وغیرہ میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا ہوگا، اسی لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کو نکاح اول سے تعبیر کیا ورنہ بعد تفریق نکاح ثانی ضروری ہے،

ابوالعاصؓ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شریفانہ تعلقات کی تعریف کی،[۱]

وفات | نکاح جدید کے بعد حضرت زینبؓ بہت کم زندہ رہیں، اور ۸ھ میں انھوں نے انتقال کیا، حضرت ام ایمنؓ، حضرت سودہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور ام عطیہؓ نے غسل دیا جس کا طریقہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی، خود قبر میں اترے اور اپنے نور دیدہ کو خاک کے سپرد کیا، اس وقت چہرۂ مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے،[۲]

اولاد | حضرت زینبؓ نے دو اولاد چھوڑی، علی اور امامہ، علی کی نسبت ایک روایت ہے کہ

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۱ [۲] طبقات ج ۸ ص ۲۴ وصحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۷ وصحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۶ واسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۸

بچپن میں وفات پائی، لیکن عام روایت یہ ہے کہ سن رشد کو پہنچے، ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یرموک کے معرکہ میں شہادت پائی، فتح مکہ میں یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے، امامہؓ عرصہ تک زندہ رہیں، ان کا حال آگے آئے گا،

اخلاق وعادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی تھیں حضرت انسؓ نے ان کو ریشمی چادر اوڑھے دیکھا تھا جس پر زرد دھاریاں پڑی ہوئی تھیں[1]،

[1] طبقات ج ۸ ص ۲۲

(۱۳)

(۲) حضرت رقیہؓ

نام و نسب | مشہور روایت کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہین جو ۳۳ ؁ قبل نبوت مین پیدا ہوئین،

نکاح | پہلے ابولہب کے بیٹے (عتبہ) سے شادی ہوئی، یہ قبل نبوت کا واقعہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ام کلثومؓ کی شادی ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوئی تھی،

اسلام | جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ نے دعوتِ اسلام کا اظہار فرمایا تو ابولہب نے بیٹوں کو جمع کرکے کہا اگر تم محمد کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمھارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کردی،

عام حالات | نبوت کے پانچوین سال حضرت عثمانؓ نے حبش کی طرف ہجرت کی، حضرت رقیہؓ بھی ساتھ گئین، جب واپس آئین تو مکہ کی سرزمین پہلے سے زیادہ خونخوار تھی، چنانچہ دوبارہ ہجرت کی، مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا، ایک عورت نے آکر خبر دی کہ مین نے ان دونوں کو دیکھا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کہ ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہین جنھون نے بی بی کو لیکر ہجرت کی ہے،"

اس مرتبہ حبش مین زیادہ عرصہ تک مقیم رہین، جب یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہین تو چند بزرگ جن مین حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ بھی تھین مکہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی جہان انھون نے حضرت حسانؓ کے بھائی اوس بن ثابتؓ کے گھر میں قیام کیا

لہ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۶

وفات | سنہ ۲ھ میں جو غزوۂ بدر کا سال تھا حضرت رقیہؓ کے دانے نکلے اور نہایت سخت تکلیف ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ مین بدر کی تیاریان کر رہے تھے، غزوہ کو روانہ ہوئے تو حضرت عثمانؓ کو تیمارداری کیلیے چھوڑ دیا[1]، عین اسی دن جس دن زیدؓ بن حارثہ نے مدینہ میں آکر فتح کا مژدہ سنایا حضرت رقیہؓ نے وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کی وجہ سے انکے جنازہ مین شریک نہ ہو سکے لیکن حضرت واپس آئے اور اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت رنجیدہ ہوکر قبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا "عثمانؓ بن مظعون پہلے جاچکے اب تم بھی انکے پاس چلی جاؤ"، اس فقرہ نے عورتون مین کہرام برپا کردیا حضرت عمرؓ کوڑا لیکر مارنے کے لیے اٹھے، آپنے ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا "رونے مین کچھ ہرج نہین لیکن نوحہ دبین شیطانی حرکت ہے، اس سے قطعاً بچنا چاہیے" سیدۂ عالم حضرت فاطمہؓ بھی بارگاہ نبوتؐ مین حاضر ہوئین، وہ قبر کے پاس بیٹھکر روتی جاتی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے سے انکے آنسو پونچھتے جاتے تھے،

اولاد | حبش کے زمانۂ قیام مین ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ تھا حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ اسی کے نام پر تھی، چھ[2] سال تک زندہ رہا، ایک مرتبہ ایک مرغ نے اس کے چہرہ پر چونچ ماری اور جان بحق تسلیم ہوگیا، یہ جمادی الاول سنہ ۴ھ کا واقعہ ہے، عبداللہ کے بعد حضرت رقیہؓ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی،

حلیہ | حضرت رقیہؓ خوبرو اور موزون اندام تھین، زرقانی مین ہے،

کانت بارعة الجمال — وہ نہایت جمیل تھین،

لہ بخاری ج ۱ ص ۳۴۴ ۔ ٢ہ دیکھو استیعاب ج ۲ ص ۷۴۰، طبقات ج ۸ ص ۲۴ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۶

و ۴۵۷ و زرقانی ج ۳ ص ۲۲۶

(۱۴)

حضرت ام کلثومؓ

نام ونسب | یہ تیسری صاحبزادی ہین، اور کنیت ہی کے ساتھ مشہور رہین،

نکاح | سنہ ۳ھ مین جب حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تو ربیع الاول مین حضرت عثمانؓ نے حضرت ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح کرلیا، بخاری میں ہے کہ جب حضرت حفصہؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا، حضرت عثمانؓ نے تامل کیا لیکن دوسری روایتون مین ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت عمرؓ سے کہا "مین تم کو عثمان سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں، اور عثمانؓ کے لیے تم سے بہتر شخص ڈھونڈھتا ہون تم اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کردو اور مین اپنی لڑکی کی شادی عثمانؓ سے کردیتا ہوں" بہرحال نکاح ہوا، اور نکاح کے بعد حضرت ام کلثومؓ ۶ برس تک حضرت عثمانؓ کے ساتھ رہین،

وفات | شعبان سنہ ۹ھ میں وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا، قبر پر بیٹھے تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے. آپ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور حضرت ابوطلحہؓ، حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ اور اسامہؓ بن زید نے قبر مین اتارا،[۱]

اولاد | کوئی اولاد نہین ہے،

---

[۱] طبقات ج ۸ ص ۲۵ و ۲۶ و صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱

(۱۵)

حضرت فاطمہؓ

نام ونسب | فاطمہؓ نام، زہرا لقب تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیون مین سب سے کم سن تھین، سنہ ولادت مین اختلاف ہے، ایک روایت ہے کہ ۱ سنہ بعثت مین پیدا ہوئین، ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد قبلِ نبوت پیدا ہوئی، آپ کی بعثت چالیس سال کی عمر مین ہوئی تھی، اس بنا پر بعضون نے دونون روایتون مین یہ تطبیق دی ہے کہ ۱ سنہ بعثت کے آغاز مین حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئی ہون گی، اور چونکہ دونون کی مدت مین بہت کم فاصلہ ہے، اس لیے یہ اختلاف روایت ہوگیا ہوگا، ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے پانچ برس پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر جب ہو رہی تھی، پیدا ہوئین، بعض روایتون مین ہے کہ نبوت سے تقریباً ایک سال پیشتر پیدا ہوئین،

نکاح | حضرت فاطمہؓ جب مشہور روایت کے مطابق ۱۸ سال اور اگر ۱ سنہ بعثت کو ان کا سالِ ولادت تسلیم کیا جائے تو پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی ہوئین تو ذیحجہ ۲ سنہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا، ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ جو خدا کا حکم ہوگا، پھر حضرت عمرؓ نے جرأت کی، ان کو بھی

آپ نے کچھ جواب نہین دیا، بلکہ وہی الفاظ فرمائے لیکن بظاہر یہ روایت صحیح نہین معلوم ہوتی، حافظ ابن حجر نے اصابہ مین ابن سعد کی اکثر روایتین حضرت فاطمہؓ کے حال مین روایت کی ہین، لیکن اس کو نظر انداز کردیا ہے،

بہرحال حضرت علیؓ نے جب درخواست کی تو آپ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہین، یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا، آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمھارے پاس مہر مین دینے کے لیے کیا ہے؟ بولے کچھ نہین، آپ نے فرمایا" اور وہ حطمیہ زرہ کیا ہوئی"؟ (جنگ بدر مین ہاتھ آئی تھی) عرض کی وہ تو موجود ہے، آپ نے فرمایا بس وہ کافی ہے، حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ اس کو ۴۰۰ درہم پر فروخت کیا، اور قیمت لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دی، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائین،

زرہ کے سوا اور جو کچھ حضرت علیؓ کا سرمایہ تھا وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی، حضرت علیؓ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہ زہراؓ کے نذر کیا، حضرت علیؓ اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہتے تھے، شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لین، حارثہؓ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے، جن مین سے وہ کئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کر چکے تھے، حضرت فاطمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان ہی سے کوئی مکان دلوا دیجیے، آپ نے فرمایا کہ کہان تک، اب ان سے کہتے شرم آتی ہے، حارثہؓ نے سنا تو دوڑے آئے کہ حضور مین اور میرے پاس جو کچھ ہے، سب آپ کا ہے، خدا کی قسم میرا جو مکان آپ لے لیتے ہین مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے، غرض انھون نے اپنا ایک مکان خالی کردیا، حضرت فاطمہؓ اسمین اٹھ گئین،

شہنشاہِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سیدۂ عالمؓ کو جو جہیز دیا وہ بان کی چار پائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، دو مٹی کے کے گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں، اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہی دو چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں،

حضرت فاطمہؓ جب نئے گھر میں جالیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا، پھر اندر آئے، ایک برتن میں پانی منگوایا، دونوں ہاتھ اس میں ڈالے، اور حضرت علیؓ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا، پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں، ان پر بھی پانی چھڑکا، اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں بہتر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے[۱]،

داغ بے پدری حضرت فاطمہؓ کی عمر مشہور روایت کے مطابق ۲۹ سال کی تھی کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی، حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں، اور اب صرف وہی باقی رہ گئی تھیں، اس لیے ان کو صدمہ بھی اوروں سے زیادہ ہوا، وفات سے پہلے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا، تشریف لائیں، تو ان سے کچھ کان میں باتیں کیں، وہ رونے لگیں، پھر بلا کر کچھ کان میں کہا تو ہنس پڑیں، حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو کہا "پہلی دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا، جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تمہیں مجھ سے آکر ملو گی، تو ہنسنے لگی"[۲]

---

[۱] یہ تمام تفصیل صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۱۱، طبقات ابن سعد ج ۸، زرقانی ج ۲ اور اصابہ ج ۸ سے ماخوذ ہے،

[۲] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۸،

وفات سے پہلے جب بار بار آپؐ پر غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہؓ یہ دیکھ کر بولیں، واکرب اباہ، ہائے میرے باپ کی بےچینی! آپؐ نے فرمایا "تمھارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا"[1] آپؐ کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہؓ پر ایک مصیبت ٹوٹ پڑی، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ جب تک زندہ رہیں کبھی تبسم نہیں فرمایا"[2] بخاری میں لکھا ہے کہ جب صحابہؓ نعش مبارک کو دفن کر کے واپس آئے تو حضرت فاطمہؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ "کیا تم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر خاک ڈالتے اچھا معلوم ہوا"[3]؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد میراث کا مسئلہ پیش ہوا حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، ازواج مطہراتؓ، یہ تمام بزرگ میراث کے مدعی تھے، حضرت فاطمہؓ کا بھی ایک قائم مقام موجود تھا، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جائداد خالصہ جائداد تھی، اور اس میں قانونِ وراثت جاری نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ کو اپنے اعزہ سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں لیکن دقت یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء جو متروکہ چھوڑتے ہیں وہ کل کا کل صدقہ ہوتا ہے، اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی، اس بنا پر میں اس جائداد کو کیونکر تقسیم کر سکتا ہوں، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اہل بیت جس حد تک اس سے فائدہ اٹھاتے تھے اب بھی اٹھا سکتے ہیں، صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ اس گفتگو کا حضرت فاطمہؓ کو سخت قلق ہوا، اور وہ حضرت ابوبکرؓ سے اس قدر ناراض ہوئیں کہ آخر وقت تک ان سے گفتگو نہیں کی[4]، (طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ بعد کو حضرت ابوبکر صدیقؓ

([1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۱) [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۴ [3] (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۱)

[4] بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۰۶ و ج ۲ ص ۶۰۹

سے راضی ہوگئی تھیں [۱]

وفات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کو ۶ ماہ گذرے تھے کہ رمضان سنہ ۱۱ھ مین حضرت فاطمہؓ نے وفات پائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی کہ "میرے خاندان مین سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی" پوری ہوئی، یہ منگل کا دن اور رمضان کی تیسری تاریخ تھی، اسوقت ان کا سن ۲۹ سال کا تھا، لیکن اگر دوسری روایتون کا لحاظ کیا جائے تو اس سے مختلف ثابت ہوگا، چنانچہ ایک روایت مین ۲۴ سال، ایک مین ۲۵ سال اور ایک مین ۳۰ سال مذکور ہے، زرقانی نے لکھا ہے کہ پہلی روایت (۲۹ سال) زیادہ صحیح ہے، اگر ۱ سنہ (محمدی) کو سال ولادت قرار دیا جائے تو اس وقت ان کا یہ سن نہین ہوسکتا تھا، البتہ اگر ۲۴ سال کی عمر تسلیم کی جائے تو اس سنہ کو سالِ ولادت قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اگر یہ روایت صحیح مان لیجائے کہ پانچ برس قبل نبوت مین پیدا ہوئین تو اس وقت ان کا سن ۲۹ سال کا ہوسکتا ہے،

حضرت فاطمہؓ کی تجہیز و تکفین مین خاص جدت کی گئی، عورتون کے جنازہ پر جو آجکل پردہ لگانے کا دستور ہے، اس کی ابتدا ان ہی سے ہوئی، اس سے پیشتر عورت اور مرد سب کا جنازہ کھلا ہوا جاتا تھا، چونکہ حضرت فاطمہؓ کے مزاج مین انتہا کی حیا و شرم تھی، اس لیے انھون نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے کہا کہ کھلے جنازہ مین عورتون کی بے پردگی ہوتی ہے جسکو مین ناپسند کرتی ہون، اسماءؓ نے کہا جگر گوشۂ رسول! مین نے حبش مین ایک طریقہ دیکھا ہے، آپ کہین تو اس کو پیش کرون، یہ کہکر خرمے کی چند شاخین منگوائین، اور ان پر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہوگئی، حضرت فاطمہؓ بے حد مسرور ہوئین کہ یہ بہترین طریقہ

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۷)

ہے، حضرت فاطمہؓ کے بعد حضرت زینبؓ کا جنازہ بھی اسی طریقہ سے اٹھایا گیا،[1]

حضرت فاطمہؓ کی قبر کے متعلق بھی سخت اختلاف ہے بعضون کا خیال ہے کہ وہ بقیع مین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس مدفون ہوئین، ابن زبالہ نے یہی لکھا ہے، اور مورخ مسعودی نے بھی اسی قسم کی تصریح کی ہے، مورخ موصوف نے ۳۳۲ھ مین بقیع کی ایک قبر پر ایک کتبہ دیکھا تھا جس مین لکھا تھا کہ "یہ فاطمہ زہراؓ کی قبر ہے"[2] لیکن طبقات کی متعدد روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دار عقیل کے ایک گوشہ مین مدفون ہوئین[3] ایک روایت یہ ہے کہ وہ خاص اپنے مکان مین دفن کی گئین، اس پر ابن شبہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر پردہ دار جنازہ کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن طبقات کی ایک روایت سے اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ سلمیٰ کے گھر مین بیمار ہوئی تھین، وہین انتقال کیا، اور وہین ان کو غسل دیا گیا، پھر حضرت علیؓ جنازہ اٹھا کر باہر لائے اور دفن کیا،[4] آج حضرت فاطمہؓ کی قبر متفقہ طور پر دار عقیل ہی مین سمجھی جاتی ہے، چنانچہ محمد لبیب بک تبنونی نے جو ۱۳۲۷ھ مین خدیو مصر کے سفر حجاز مین ہمرکاب تھے، اپنے سفرنامہ مین اس کی تصریح کی ہے[5]،

اولاد | حضرت فاطمہؓ کے پانچ اولادین ہوئین، حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، ام کلثومؓ، زینبؓ، محسنؓ نے بچپن ہی مین انتقال کیا، حضرت زینبؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور ام کلثومؓ اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ مین مشہور ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے نہایت محبت تھی، اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ بھی ان کو بہت محبوب رکھتے تھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیون مین صرف حضرت فاطمہؓ کو یہ

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۴ [2] خلاصۃ الوفا ص ۲۱۰ [3] طبقات ج ۸ ص ۲۰ [4] اصابہ ۸ [5] الرحلۃ الحجازیہ

حاصل ہے کہ ان سے آپ کی نسل باقی رہی،

حلیہ | حضرت فاطمہ زہرا کا حلیہ مبارک جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا تھا، حضرت عائشہ کا قول ہے کہ فاطمہ کی گفتگو، لب ولہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا[1]، اور رفتار بھی بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تھی[2]،

فضل وکمال | حضرت فاطمہ سے کتب حدیث میں ۱۸ روایتیں منقول ہیں، جن کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ نے ان سے روایت کیا ہے، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عائشہ، حضرت ام کلثوم، حضرت سلمیٰ، ام رافع اور حضرت انس بن مالک ان سے احادیث روایت کرتے ہیں،

تفقہ پر واقعات ذیل شاہد ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی سفر میں گئے تھے، واپس آئے تو حضرت فاطمہ نے قربانی کا گوشت پیش کیا، ان کو عذر ہوا، حضرت فاطمہ نے کہا، اس کے کھانے میں کچھ ہرج نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دیدی ہے[3]،

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں گوشت تناول فرما رہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اٹھ کھڑے ہوئے، چونکہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے حضرت فاطمہ نے دامن پکڑ کر وضو کر لیجئے، ارشاد ہوا، بیٹی! وضو کی ضرورت نہیں ہے، تمام اچھے کھانے آگ ہی پر تو پکتے ہیں[4]،

---

[1] صحیح ترمذی ص ۶۳۱ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۰ [3] مسند ج ۶ ص ۲۸۲ [4] ایضاً ص ۲۸۳

فضل وکمال	حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں[1]، آپ نے

ارشاد فرمایا ہے،

فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا فقد اغضبنی[2] — فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اسکو ناراض کرے گا، مجھکو ناراض کرے گا،

ابوجہل کی لڑکی کو حضرت علیؓ نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔ بارگاہِ نبوت میں اطلاع ہوئی تو حضورؐ منبر پر چڑھے اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا،

ان بنی ہشام بن المغیرۃ استاذنونی فی ان ینکحوا ابنتہم علی بن ابی طالب فلا آذن ثم لا آذن ثم لا آذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتہم فانما ہی بضعۃ منی یریبنی ما رابہا ویوذینی ما اذاہا — آل ہشام، علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے، اور مجھ سے اجازت مانگتی ہے، لیکن میں اجازت نہ دونگا، اور کبھی نہ دونگا، البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دیکر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں، فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، جس نے اسکو اذیت دی مجھکو اذیت دی

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۷)

ان فاطمۃ منی وانا اتخوف ان تفتن فی دینہا ثم ذکر صہرا لہ من بنی عبد شمس فاثنی علیہ فی مصاہرتہ ایاہ قال حدثنی — (اسکے بعد ابو العاص بن ربیع کا جو آپ کے داماد تھے، ذکر فرمایا کہ) اس نے مجھ سے جو بات کہی اسکو سچ کرکے دکھلا دیا اور جو وعدہ کیا وفا کیا، او میں حلال کو

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۵۷، [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲

فصدقنی و عدنی فوفی لی وانی	حرام اور حرام کو حلال کرنے نہین کھڑا
لست احرم حلالا ولا احل حراما	ہوا لیکن خدا کی قسم! ایک پیغمبر اور ایک
ولکن واللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ	دشمن خدا کی بیٹیان ایک ساتھ جمع
وبنت عدو اللہ ابدا (صحیح بخاری ج ۱)	نہین ہوسکتین۔

اس کا یہ اثر ہوا کہ جناب سیدہؓ کی حیات تک حضرت علیؓ نے دوسری شادی نہین کی،

حضرت فاطمہؓ رضی اللہ عنہا کا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چند مقدس خواتین مین فرمایا ہے جو دنیا مین اللہ تعالی کے نزدیک برگزیدہ قرار پائی ہین، جیسا کہ حدیث مین آیا ہے،

کفاک من نساء العالمین مریم بنت	تمھاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی
عمران وخدیجۃ بنت خویلد	عورتون مین مریمؑ، خدیجہؓ، فاطمہؓ
وفاطمۃ بنت محمد وآسیۃ امرأۃ	اور آسیہؑ کافی ہین ......
فرعون (ترمذی کتاب المناقب)	......

زہد و ورع کی یہ کیفیت تھی کہ گو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھین، اور اسلام مین رہبانیت کا قلع قمع بھی کر دیا گیا تھا، اور فتوحات کی کثرت مدینہ مین مال و زر کے خزانے لٹا رہی تھی، لیکن جانتے ہو کہ اس مین جگر گوشۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کتنا حصہ تھا؟ اس کا جواب سننے سے پہلے آنکھون کو اشکبار ہو جانا چاہیے،

سیدۂ عالمؓ کی خانگی زندگی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھون مین چھالے پڑ گئے تھے مشک مین پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گھٹے پڑ گئے تھے، گھر مین جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چکٹ ہو جاتے تھے، چولھے کے پاس بیٹھتے بیٹھتے کپڑے دھوئین سے سیاہ ہو جاتے تھے، لیکن باینہمہ جب انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار گھر کے کاروبار کے لیے ایک لونڈی مانگی،

اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو ارشاد ہوا کہ جان پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں،

ایک دفعہ آپ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے، دیکھا کہ انھون نے ناداری سے اس قدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھا ہے کہ سر ڈھانکتی ہین تو پاؤن کھل جاتے ہین اور پاؤن چھپاتی ہین تو سر برہنہ رہ جاتا ہے، شعر

یون کی بسر اہل بیت مطہرؓ نے زندگی — یہ ماجراے دختر خیر الانامؐ تھا (شبلی)

صرف یہی نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کو آرایش یا زیب وزینت کی کوئی چیز نہین دیتے تھے، بلکہ اس قسم کی جو چیزین ان کو دوسرے ذرائع سے ملتی تھین، ان کو بھی ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ان کو سونے کا ہار دیا، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا "کیون فاطمہؓ! کیا لوگون سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے"! حضرت فاطمہؓ نے اس کو فوراً بیچ کر اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا،

ایک دفعہ آپ کسی غزوہ سے تشریف لائے، حضرت فاطمہؓ نے بطور خیر مقدم کے گھر کے دروازے پر پردے لگائے، اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے، آپ حسب معمول حضرت فاطمہؓ کے یہان آئے تو اس دنیوی ساز وسامان کو دیکھکر واپس گئے، حضرت فاطمہؓ کو آپ کی ناپسندیدگی کا حال معلوم ہوا، تو پردہ چاک کر دیا اور بچون کے ہاتھ سے کنگن نکال ڈالے، بچے آپ کی خدمت مین روتے ہوئے آئے، آپ نے فرمایا "یہ میرے اہل بیت ہین، مین یہ نہین چاہتا کہ وہ ان زخارف سے آلودہ ہون"، اس کے بدلے فاطمہؓ کے لیے ایک عصب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید لائے،[1]

---

[1] یہ تمام واقعات ابو داؤد اور نسائی مین مذکور ہین،

صدق و راستی مین بھی ان کا کوئی حریف نہ تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین،[1]

ما رأیت احدا کان اصدق	مین نے فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو صاف گو
لھجۃ من فاطمۃ الا ان یکون	نہین دیکھا، البتہ ان کے والد صلی اللہ
الذی ولدھا صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم اس مستثنیٰ ہین،

حد درجہ حیادار تھین، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب فرمایا تو وہ شرم سے لڑکھڑاتی ہوئی آئین، اپنے جنازہ پر پردہ کرنے کی جو وصیت کی تھی وہ بھی اسی بنا پر تھی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت کرتی تھین، جب وہ خورد سال تھین اور آپ مکہ معظمہ مین مقیم تھے، تو عقبہ بن ابی معیط نے نماز پڑھنے کی حالت مین ایک مرتبہ آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھ لاکر ڈال دی، قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے، کسی نے جاکر حضرت فاطمہؓ کو خبر کی، وہ اگرچہ اس وقت صرف ۵-۶ برس کی تھین، لیکن جوش محبت سے دوڑی آئین، اور اوجھ ہٹاکر عقبہ کو برا بھلا کہا، اور بددعائین دین،[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے نہایت محبت کرتے تھے، معمول تھا کہ جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے آخر مین حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے اور سفر سے واپس تشریف لاتے تو جو شخص سب سے پہلے باریاب خدمت ہوتا وہ بھی حضرت فاطمہؓ ہی ہوتین، حضرت فاطمہؓ جب آپ کی خدمت مین تشریف لاتین تو آپ کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے،

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۷۲، [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸ و ۷۴

آپ ہمیشہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے، چنانچہ جب حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ میں کبھی کبھی خانگی معاملات کے متعلق رنجش ہو جاتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں صلح کرا دیتے تھے، ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا، آپ گھر میں تشریف لے گئے، اور صفائی کرا دی، گھر سے مسرور نکلے، لوگوں نے پوچھا، آپ گھر میں گئے تھے تو اور حالت تھی، اب آپ اس قدر خوش کیوں ہیں؟ فرمایا میں نے ان دو شخصوں میں مصالحت کرا دی ہے جو مجھ کو محبوب تر ہیں،

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ان پر کچھ سختی کی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر چلیں، پیچھے پیچھے حضرت علیؓ بھی آئے، حضرت فاطمہؓ نے شکایت کی، آپ نے فرمایا "بیٹی! تم کو خود سمجھنا چاہیے کہ کون شوہر اپنی بی بی کے پاس خاموش چلا آتا ہے، حضرت علیؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انھوں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا "اب میں تمھارے خلاف مزاج کوئی بات نہ کروں گا"

(۱۶)

حضرت اُمامہ رضؓ

نام و نسب ابو العاصؓ بن ربیع کی صاحبزادی ہین، جو زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے پیدا ہوئین، آبائی شجرۂ نسب یہ ہے، امامہؓ بنت ابو العاصؓ بن ربیع بن عبد العزیٰ ابن عبد شمس بن عبد مناف،

عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امامہؓ سے نہایت محبت تھی، آپ ان کو اوقاتِ نماز مین بھی جدا نہین کرتے تھے، صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ مسجد مین امامہؓ کو کندھے پر چڑھائے ہوئے تشریف لائے، اور اسی حالت مین نماز پڑھائی جب رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے، پھر جب کھڑے ہوتے تو چڑھا لیتے؛ اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی[۱]، اللہ اکبر!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک مرتبہ کسی نے کچھ چیزیں ہدیے مین بھیجیں، جن میں ایک زرین ہار بھی تھا، امامہؓ ایک گوشہ مین کھیل رہی تھین، آپ نے فرمایا مین اپنی محبوب ترین اہل کو دون گا، ازواج نے سمجھا کہ یہ شرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہوگا، لیکن آپ نے امامہؓ کو بلا کر وہ ہار خود ان کے گلے میں ڈال دیا، بعض روایتون مین ہار کے بجائے انگوٹھی کا ذکر ہے[۲]، اور اس مین ہدیہ بھیجنے والے کا نام بھی آگیا ہے، یعنی نجاشی،[۳]

۱؎ صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۴، و (زرقانی ج ۳ ص ۲۵۵) ۲؎ زرقانی ج ۳ ص ۲۲۵ بروایت مسند ابن حنبل ۳؎ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷

نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سن شعور کو پہنچ چکی تھین، اس لیے جب حضرت فاطمہؓ نے انتقال فرمایا تو حضرت علیؓ نے امامہؓ سے نکاح کرلیا، ابو العاصؓ نے حضرت زبیرؓ ابن عوام کو جو عشرہ مبشرہ مین داخل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی تھے، امامہؓ کے نکاح کی وصیت کی تھی، چنانچہ یہ تقریب ان ہی کی مرضی سے انجام پائی، اور نکاح بھی خود ان ہی نے پڑھایا، یہ سنہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے،

سنہ ۴۰ھ مین جب حضرت علیؓ نے شہادت پائی تو مغیرہ بن نوفل (عبد المطلب کے پرپوتے) کو وصیت کر گئے کہ امامہؓ سے نکاح کرلیں، چنانچہ مغیرہ نے تعمیل کی، اس کے قبل امیر معاویہؓ کا پیغام پہنچا تھا، اور انھون نے مروان کو لکھا تھا کہ ایک ہزار دینار (۵ ہزار روپے) اس تقریب مین خرچ کیے جائیں، لیکن امامہؓ نے مغیرہ کو اطلاع دی تو انھون نے فوراً حضرت حسنؓ کی اجازت سے نکاح پڑھا لیا،[1]

وفات حضرت امامہؓ نے مغیرہ کے ہاں وفات پائی،[2]

اولاد مغیرہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا، لیکن بعض روایتون مین ہے کہ امامہؓ کے کوئی اولاد نہین ہوئی،

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۲۷، و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۰ و استیعاب ج ۲ ص ۷۲۱، [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۴

(۱۷)

حضرت صفیہؓ

نام ونسب | صفیہ نام، عبدالمطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھین، مان کا نام ہالہ بنت وہب تھا، جو حضرت آمنہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ) کی ہمشیر ہین، اس بنا پر حضرت صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہونے کے ساتھ آپ کی خالہ زاد بہن بھی تھین، حضرت حمزہؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہالہ سے پیدا ہوئے تھے، اس لیے وہ اور حضرت صفیہؓ حقیقی بھائی بہن تھے،

نکاح | ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث سے شادی ہوئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہؓ کے بھائی عوام بن خویلد سے نکاح ہوا، جس سے حضرت زبیرؓ پیدا ہوئے،

اسلام | ۴۰ برس کی عمر ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پھوپھیون مین یہ شرف صرف حضرت صفیہؓ کو حاصل ہے کہ انھون نے اسلام قبول کیا، اسد الغابہ مین ہے والصحیح انه لم یسلم غیرها[1]، یعنی صحیح یہ ہے کہ ان کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی پھوپھی ایمان نہین لائین،

عام حالات | حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہجرت کی، غزوۂ احد مین جب مسلمانون نے شکست

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲

کھائی تو وہ مدینہ سے نکلیں، صحابہؓ سے عتاب آمیز لہجہ میں کہتی تھیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چل دیے"[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو حضرت زبیرؓ کو بلا کر ارشاد کیا کہ حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائیں، حضرت زبیرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا، بولیں کہ میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں، لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، لاش پر گئیں، خون کا جوش تھا، اور عزیز بھائی کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہوئے تھے، لیکن انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر چپ ہو گئیں، اور مغفرت کی دعا مانگی[2]، واقعہ چونکہ نہایت دردانگیز تھا، اس لیے ایک مرثیہ کہا، جس کے ایک شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح مخاطب کرتی ہیں[3]،

کورت شمسہ وکان مضیاء
ان یوما اتی علیک لیوم

آج آپ پر وہ دن آیا ہے جس میں آفتاب سیاہ ہو گیا ہے، حالانکہ پہلے وہ روشن تھا،

غزوۂ احد کی طرح غزوۂ خندق میں بھی انھوں نے نہایت ہمت اور استقلال کا ثبوت دیا، انصار کے قلعوں میں فارع سب سے مستحکم قلعہ تھا، اور حضرت حسانؓ کا تھا، یہ قلعہ یہود بنو قریظہ کے آبادی سے متصل تھا مستورات اسی میں تھیں، اور ان کی حفاظت کے لیے حضرت حسانؓ (شاعر) متعین کر دیے گئے تھے، یہود نے یہ دیکھ کر کہ تمام جمعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، قلعہ پر حملہ کر دیا، ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا، اور قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا، حضرت صفیہؓ نے دیکھ لیا، حسانؓ سے کہا کہ اتر کر قتل کر دو، ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دے گا، حضرت حسانؓ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا، جس نے ان میں اس قدر جبن پیدا کر دیا تھا کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے، اس بنا پر اپنی معذوری ظاہر کی، اور کہا کہ میں اس کام کا ہوتا تو یہاں

(1 طبقات ج ۸ ص ۲۸) 2 اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ و اصابہ ج ۸ ص ۱۲۹) 3 اصابہ ج ۸ ص ۱۲۹

کیون ہوتا؟ حضرت صفیہ رض نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑلی اور اتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ سر پھٹ گیا حضرت صفیہ رض چلی آئین، اور حسان رض سے کہا کہ ہتھیار اور کپڑے چھین لاؤ، حسان رض نے کہا جانے دیجیے، مجھ کو اسکی کوئی ضرورت نہین حضرت صفیہ رض نے کہا اچھا جاؤ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک دو تاکہ یہودی مرعوب ہوجائین لیکن یہ خدمت بھی حضرت صفیہ ہی کو انجام دینی پڑی، یہودیون کو یقین ہوا کہ قلعہ مین بھی کچھ فوج متعین ہے، اس خیال سے پھر انھون نے حملہ کی جرأت نہ کی[1]،

سنہ ۱۱ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، حضرت صفیہ رض کو جو صدمہ ہوا ہوگا ظاہر ہے، نہایت پر درد مرثیہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے،

لفقد رسول اللّٰہ اذ حان یومہ　　فیا عین جودی بالدموع السواجم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اے آنکھ خوب آنسو بہا

یہ مرثیہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت مین نقل کیا ہے[2]،

وفات | حضرت صفیہ رض نے سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی، اور بقیع مین دفن ہوئیں، اس وقت تہتر برس کا سن تھا،

فضل وکمال | حضرت صفیہ رض نے بقول صاحب اصابہ[3] کچھ حدیثین بھی روایت کی ہین، لیکن ہماری نظر سے نہین گذرین، اور نہ مسند میں ان کی حدیثوں کا پتہ چلتا ہے،

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷ و ۲۸ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۹

[3] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۸

(۱۸)

حضرت ام ایمنؓ

نام ونسب | برکۃ نام، ام ایمن کنیت، ام الظباء عرف، سلسلۂ نسب یہ ہے، برکۃ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان، حبشہ کی رہنے والی تھیں، اور حضرت عبد اللہ (پدر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کی کنیز تھیں، بچپن سے عبد اللہ کے ساتھ رہیں، اور جب انھون نے انتقال کیا تو حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگیں، ان کے بعد خود سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے حلقۂ غلامی میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ان ہی نے پرورش اور پرداخت کی تھی،[۱]

نکاح | حارث بن خزرج[۲] کے خاندان میں عبید بن زید ایک شخص تھے، ام ایمنؓ کا ان ہی کے ساتھ عقد ہوا، لیکن جب انھون نے وفات پائی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کہ محبوب خاص تھے، نکاح پڑھایا، یہ بعثت کے بعد کا واقعہ ہے،

اسلام | حضرت زیدؓ چونکہ مسلمان ہو چکے تھے، ام ایمنؓ نے بھی اسلام قبول کیا،

عام حالات | جب مسلمانون نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو وہ بھی گئیں، اور وہان سے

[۱] (اصابہ ج ۸ ص ۲۱۲ و ۲۱۳) [۲] صحیح بخاری (ج ۱ ص ۵۲۹) میں ایمنؓ کے متعلق مذکور ہے وھو رجل من الانصار،

ہجرت کے بعد مدینہ واپس آئیں، غزوۂ احد میں شرکت کی، اس موقع پر وہ لوگوں کو پانی پلاتیں، اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں، غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئیں،

سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، ام ایمنؓ سخت مغموم تھیں، اور رو رہی تھیں، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے سمجھایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے، جواب ملا "یہ خوب معلوم ہے" اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں، رونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر اس جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر زار و قطار رونے لگے[1]

سنہ ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ نے شہادت پائی، ام ایمنؓ کو معلوم ہوا تو بہت روئیں، لوگوں نے کہا اب کیوں روتی ہو؟ بولیں "اب اسلئے کہ اسلام کمزور پڑ گیا"[2]

| وفات | ام ایمنؓ نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی،

| اولاد | دو اولادیں ہوئیں، ایمنؓ اور اسامہؓ، ایمنؓ پہلے شوہر سے تھے، صحابی ہیں، خیبر میں شہادت پائی، اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب خاص تھے، اور انکے والد کو بھی یہی درجہ حاصل تھا، نہایت جلیل القدر صحابی تھے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے انتہا محبت تھی،

| فضل وکمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، راویوں میں حضرت انسؓ بن مالک، حنش بن عبد اللہ صنعانی اور ابو یزید مدنی داخل ہیں،

| اخلاق | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نہایت عزت کرتے اور فرماتے تھے کہ ام ایمنؓ میری

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱ [2] اصابہ ج ۸ ص ۲۴۱ بحوالہ ابن سعد

ماں ہیں"، اکثر ان کے مکان تشریف لیجاتے، ایک مرتبہ تشریف لائے تو انھوں نے شربت پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کسی وجہ سے) متردد ہوئے، اس پر ام ایمنؓ ناراض ہوئیں[1] (حضرت ام ایمنؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قسم کا ناز تھا، یہ خفگی اسی محبت کی خفگی تھی)[2]

انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے نخلستان دیے تھے، جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے انصارؓ کو ان کے نخلستان واپس کرنا شروع کیے حضرت انسؓ کے کچھ باغ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، اور آپ نے ام ایمنؓ کو عطا فرمائے تھے، حضرت انسؓ آئے تو حضرت ام ایمنؓ نے ان کے واپس کرنے سے انکار کر دیا، اس پر مصر رہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر ان کو باغ سے دگنا زیادہ عطا فرمایا،[3]

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱ [2] (نووی شرح مسلم) [3] صحیح بخاری (زرقانی ج ۳ ص ۳۴۷)

(۱۹)

حضرت فاطمہؓ بنت اسدؒ

نام و نسب فاطمہ نام، اسد بن ہاشم کی بیٹی اور عبدالمطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی تھیں،

نکاح ابوطالب بن عبدالمطلب سے نکاح ہوا، جن سے حضرت علیؓ پیدا ہوئے،

اسلام آغاز اسلام میں خاندان ہاشم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ ساتھ دیا تھا، اور ان میں اکثر مسلمان بھی ہو گئے تھے، حضرت فاطمہؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھیں، اور گو ان کے شوہر ایمان نہیں لائے، تاہم وہ اور ان کی بعض اولاد مشرف باسلام ہوئی، جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو ان کے بجائے حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دست و بازو رہیں،

ہجرت اور عام حالات جب مسلمان ہو کر ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت فاطمہؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ یہاں حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ زہرا سے عقد ہوا، تو حضرت علیؓ نے اپنی والدہ (حضرت فاطمہؓ بنت اسد) سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آتی ہیں، میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا، اور وہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی،[1]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۱۷،

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین وفات پائی، بعض کا خیال ہے کہ ہجرت سے قبل فوت ہوئین، لیکن یہ صحیح نہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر کفن دیا اور قبر مین اتر کر لیٹ گئے، لوگون نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ کسی نے سلوک نہین کیا تھا، اس بنا پر مین نے ان کو قمیص پہنایا کہ جنت مین ان کو حلے ملے اور قبر مین لیٹ گیا کہ شدائد قبر مین کمی واقع ہو،[1]

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیارؓ، طالب، عقیل،

اخلاق اصابہ میں ہے،

کانت امرءة صالحة وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یزورها ویقیل فی بیتها[2]	وہ نہایت صالح بی بی تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی زیارت کو تشریف لاتے اور انکے گھر میں آرام کرتے تھے،

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۱۷، [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۶۰

(۲۰)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا

نام ونسب | لبابہ نام، ام الفضل کنیت، کبریٰ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن الہرام بن رویبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ، والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا، اور قبیلۂ کنانہ سے تھیں، لبابہ کی حقیقی اور اخیافی کئی بہنین تھیں، جو خاندان ہاشم اور قریش کے دوسرے معزز گھرانون مین منسوب تھین، چنانچہ حضرت میمونہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو، لبابہ حضرت عباسؓ (عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو، سلمیٰ حضرت حمزہؓ (عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور اسماءؓ حضرت جعفر طیارؓ (برادر حضرت علیؓ) کو منسوب تھین، اسی بنا پر ان کی والدہ (ہند بنت عوف) کی نسبت مشہور ہے کہ سسرالی قرابت مین ان کا کوئی نظیر نہین،

نکاح | حضرت عباسؓ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم تھے، نکاح ہوا،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئین، ابن سعد کا خیال ہے کہ انھون نے حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام قبول کیا تھا، باقی اور عورتین ان کے بعد ایمان لائین، اس لحاظ سے ان کے ایمان لانے کا زمانہ بہت قدیم ہو جاتا ہے،

حالات | ام الفضلؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج بھی کیا ہے، چنانچہ حجۃ الوداع مین جب لوگون کو عرفہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صائم ہونے کی نسبت شبہ ہوا

اور ان کے پاس آکر ذکر کیا تو انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک پیالہ دودھ بھیجا، آپ چونکہ روزہ نہ تھے دودھ پی لیا، اور لوگون کو تشفی ہوگئی،[۱]

وفات | ام الفضل نے حضرت عثمان رض کے زمانۂ خلافت مین وفات پائی، اس وقت حضرت عباس رض زندہ تھے حضرت عثمان رض نے جنازہ کی نماز پڑھائی،

اولاد | حضرت عباس رض کی اکثر اولاد ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئی، اور چونکہ سب بیٹے نہایت قابل تھے، اس لیے بڑی خوش قسمت سمجھی جاتی تھین فضل، عبد اللہ، معبد، عبید اللہ، قثم، عبد الرحمن اور ام حبیبہ ان ہی کی یادگار ہین، ان مین حضرت عبد اللہ اور عبید اللہ آسمان علم کے مہر و ماہ تھے،

فضل وکمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۰ حدیثین روایت کی ہین، راوی حسب ذیل اصحاب ہین، عبد اللہ، تمام (پسران عباس رض) انس بن مالک، عبد اللہ بن حارث بن نوفل، عمیر، کریب، قابوس،

اخلاق | عابدہ اور زاہدہ تھین، ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکھتی تھین[۲] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتی تھین، آپ اکثر ان کے ہان جاتے اور دوپہر کو وقت آرام فرماتے تھے،

---

[۱] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۰ [۲] خلاصۂ تہذیب ص ۴۹۵

(۲۱)

حضرت ام رومانؓ

نام ونسب | نام معلوم نہین، ام رومان کنیت ہے، قبیلہ کنانہ کے خاندان فراس[1] سے تھین، سلسلۂ نسب یہ ہے، ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع ابن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ،

نکاح | عبد اللہ بن سنجرہ سے نکاح ہوا، اور ان ہی کے ہمراہ مکہ آکر اقامت کی، عبد اللہ حضرت ابو بکرؓ کے حلیف بن گئے تھے، اس بنا پر جب انھون نے انتقال کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے خود نکاح کر لیا،

اسلام | کچھ زمانے کے بعد مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، تو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ انھون نے بھی اس صدا کو لبیک کہا،

ہجرت | ہجرت کے وقت حضرت ابو بکرؓ تنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت مین مدینہ کو روانہ ہو گئے تھے، لیکن ان کا خاندان مکہ مین مقیم تھا، مدینہ پہنچے تو وہان سے زیدؓ ابن حارثہ اور ابو رافع مستورات کو لانے کے لیے بھیجے گئے، ام رومانؓ بھی ان ہی کے ہمراہ مدینہ مین آئین،

عام حالات | شعبان ۶ھ مین افک کا واقعہ پیش آیا، ام رومانؓ کے لیے یہ نہایت مصیبت

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۵

کا وقت تھا، حضرت عائشہ رضؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر میکہ آئین، حضرت ابو بکرؓ بالاخانہ پر تھے، اور ام رومانؓ نیچے بیٹھی تھین، پوچھا کیسے آئین؟ حضرت عائشہؓ نے سارا واقعہ بیان کیا، بولین "بیٹی اس مین گھبرانے کی کوئی بات نہین، جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے اس کی سوتین حسد کی وجہ سے ایسا کرتی ہین"۔ لیکن حضرت عائشہؓ کو اس سے کچھ تسکین نہ ہوئی اور چیخ مارکر روئین، حضرت ابو بکرؓ نے آواز سنی تو بالاخانہ سے اتر آئے اور خود بھی رونے لگے، پھر ان سے کہا کہ تم اپنے گھر واپس جاؤ، اس کے ساتھ ہی ام رومانؓ کو لے کر خود بھی روانہ ہوئے، حضرت عائشہؓ کو چونکہ اس صدمہ سے بخار آگیا تھا، دونون نے ان کو گود مین لٹایا، عصر پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "عائشہ! اگر واقعی تم سے ایسی غلطی ہوئی تو خدا سے توبہ کرو"۔ حضرت عائشہؓ نے والدین سے کہا کہ آپ لوگ جواب دین، لیکن جواب ملا کہ ہم کیا کہہ سکتے ہین؟ غرض حضرت عائشہؓ نے خود جواب دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی جس مین ان کی صاف طور برأت کی گئی تھی تو حضرت ام رومانؓ بولین کہ "تم اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ"، حضرت عائشہؓ نے کہا "مین نہ ان کی مشکور ہون اور نہ آپ کی، مین صرف اپنے خدا کا شکریہ ادا کرتی ہون"۔[۱]

اسی سنہ کے اخیر مین مہمانون کا واقعہ پیش آیا، حضرت ابو بکرؓ، اصحاب صفہ مین سے ۳ صاحبون کو اپنے گھر لائے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو واپسی مین دیر ہوگئی، گھر آئے تو ام رومانؓ نے کہا مہمانون کو چھوڑ کر کہان بیٹھ رہے؟ بولے تم نے کھانا نہین کھلایا؟ جواب ملا کھانا بھیجا تھا لیکن ان لوگون نے انکار کیا، غرض کھانا کھلایا گیا اور

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۶۹۹ و ۷۰۰۔

اس قدر برکت ہوئی کہ نہایت افراط کے ساتھ بچ رہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ام رومانؓ سے پوچھا اب کتنا ہے؟ بولیں سہ گنے سے زیادہ، چنانچہ سب اٹھوا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔[1]

وفات حضرت ام رومانؓ نے ۹ھ یا اس کے بعد انتقال کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے، اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ۶ھ میں وفات پائی تھی لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ واقعات سے اس کی تردید ہوتی ہے۔

اولاد اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت ام رومانؓ نے دو نکاح کیے تھے، پہلے شوہر سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام طفیل تھا، حضرت ابوبکرؓ سے دو اولادیں ہوئیں، حضرت عبدالرحمنؓ اور حضرت عائشہؓ۔

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۴ و ۸۵

(۲۲)

حضرت سمیہؓ

خباط کی بیٹی اور حضرت عمار بن یاسر کی والدہ ہیں، ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں،

نکاح | یاسر عبسی سے کہ ابو حذیفہ کے حلیف تھے نکاح ہوا، حضرت عمارؓ پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا[1]،

اسلام | ایام پیری میں مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی تو حضرت سمیہؓ، یاسرؓ اور عمارؓ تینوں نے اس دعوت کو لبیک کہا، تاریخ میں ہے کہ حضرت سمیہؓ کا اسلام قبول کرنے والوں میں ساتواں نمبر تھا، کچھ دن اطمینان سے گذرے تھے کہ قریش کا ظلم و ستم شروع ہو گیا، اور بتدریج بڑھتا گیا، چنانچہ جو شخص جس مسلمان پر قابو پاتا طرح طرح کی دردناک تکلیفیں دیتا تھا، حضرت سمیہؓ کو بھی خاندان مغیرہ نے شرک پر مجبور کر دیا، لیکن وہ اپنے عقیدہ پر نہایت شدت سے قائم رہیں، جس کا صلہ یہ ملا کہ مشرکین ان کو مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کرتے تھے، لیکن ان کے عزم و استقلال کے چھینٹوں کے سامنے یہ آتش کدہ سرد پڑ جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرتے تو یہ حالت دیکھ کر فرماتے، آل یاسر! صبر کرو، اس کے عوض تمھارے لیے جنت ہے،

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۱۴ و استیعاب ج ۲ ص ۷۵۹،

 دن بھر اس مصیبت میں رہ کر شام کو نجات ملتی تھی، ایک مرتبہ شب کو گھر آئیں تو ابوجہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کیں، اور پھر اس کا غصہ اس قدر تیز ہوا کہ اٹھکر ایسی برچھی ماری کہ حضرت سمیہؓ جان بحق تسلیم ہوگئیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

حضرت عمارؓ کو اپنی والدہ کی اس بے کسی پر سخت افسوس تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ اب حد ہوگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تاکید فرمائی، اور کہا خداوندا! آل یاسرؓ کو جہنم سے بچا" یہ واقعہ ہجرت نبوی سے قبل کا ہے، اس بنا پر حضرت سمیہؓ اسلام میں سب سے پہلے شہید ہوئیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہا[1]۔

غزوۂ بدر میں جب ابوجہل مارا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمایا "دیکھو تمھاری ماں کے قاتل کا خدا نے فیصلہ کر دیا[2]"

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۰۷، [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۱۴ بحوالۂ ابن سعد

(۲۴)

حضرت ام سلیمؓ

نام ونسب سہلہ یا رملہ نام، ام سلیم کنیت، غمیصاء اور رمیصا لقب، سلسلہ نسب یہ ہے،
ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار،
ماں کا نام ملیکہؓ بنت مالک بن عدی بن زید مناۃ تھا، آبائی سلسلہ سے حضرت ام سلیمؓ
سلمیٰ بنت زید کی پوتی تھیں، سلمیٰ عبدالمطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ
تھیں، اسی بنا پر ام سلیمؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ مشہور ہیں،

نکاح مالک بن نضر سے نکاح ہوا،

اسلام مدینہ میں اوائل اسلام میں مسلمان ہوئیں، مالک چونکہ اپنے آبائی مذہب پر
قائم رہنا چاہتے تھے، اور ام سلیمؓ تبدیل مذہب پر اصرار کرتی تھیں، اس لیے دونوں
میں کشیدگی پیدا ہوئی، اور مالک ناراض ہوکر شام چلے گئے، اور وہیں انتقال کیا،
ابوطلحہ نے جو اسی قبیلہ سے تھے نکاح کا پیغام دیا، لیکن ام سلیمؓ کو اب بھی وہی عذر تھا یعنی
ابوطلحہ مشرک تھے، اس لیے وہ ان سے نکاح نہیں کر سکتی تھیں،

غرض ابوطلحہؓ نے کچھ دن غور کرکے اسلام کا اعلان کیا، اور ام سلیمؓ کے سامنے آکر
کلمہ پڑھا، حضرت ام سلیمؓ نے حضرت انسؓ سے کہا کہ اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح کردو[2]

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۲۴۴ [2] اصابہ بحوالۂ ابن سعد

ساتھ ہی مہر معاف کردیا اور کہا "میرا مہر اسلام ہے"۔ حضرت انسؓ کہا کرتے تھے کہ یہ نہایت عجیب وغریب مہر تھا۔

عام حالات نکاح کے بعد حضرت ابوطلحہؓ نے بیعت عقبہ میں شرکت کی، اور چند ماہ کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے، حضرت ام سلیمؓ اپنے صاحبزادے (حضرت انسؓ) کو لیکر حضورؐ میں آئیں اور کہا انہیں کو آپ کی خدمت کے لیے پیش کرتی ہوں، یہ میرا بیٹا ہے، آپ اس کے لیے دعا فرمائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی،[1]

اسی زمانہ میں آپ نے مہاجرین اور انصار میں مواخاۃ کی، اور یہ مجمع ان ہی کے مکان میں ہوا،[2]

غزوات میں حضرت ام سلیمؓ نے نہایت جوش سے حصہ لیا، صحیح مسلم میں ہے،[3]

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغزو بام سلیم ونسوۃ من الانصار معہ اذا غزا فیسقین الماء ویداوین الجرحی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیمؓ اور انصار کی چند عورتوں کو غزوات میں ساتھ رکھتے تھے، جو لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں،

غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اکھڑ گئے تھے، وہ نہایت مستعدی سے کام کر رہی تھیں، صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں، اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں،

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۲ وصحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۴ [2] بخاری [3] مسلم ج ۲ ص ۱۰۳

مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر جا کر بھر لاتی تھیں،[1]

۵ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا، اس موقع پر حضرت ام سلیمؓ نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر حضرت انسؓ کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا کہ اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمائیں،[1]

۷ھ میں خیبر کا واقعہ ہوا، حضرت ام سلیمؓ اس میں شریک تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا تو حضرت ام سلیمؓ (ہی) نے حضرت صفیہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سنوارا تھا،[2]

غزوۂ حنین میں وہ ایک خنجر ہاتھ میں لیے تھیں، ابو طلحہؓ نے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ام سلیمؓ خنجر لیے ہیں، آپ نے پوچھا کیا کرو گی؟ بولیں "اگر کوئی مشرک قریب آئے گا تو اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں گی"، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر مسکرا دیئے، حضرت ام سلیمؓ نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ کے جو لوگ فرار ہو گئے ہیں، ان کے قتل کا حکم دیجئے، ارشاد ہوا "خدا نے خود ان کا انتظام کر دیا ہے"،[3]

وفات حضرت ام سلیمؓ کی وفات کا سال اور مہینہ معلوم نہیں، لیکن قرینہ یہ ہے کہ انھوں نے خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانہ میں وفات پائی ہے،

اولاد جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، انھوں نے دو نکاح کیے تھے، پہلے شوہر سے حضرت انسؓ پیدا ہوئے، حضرت ابو طلحہؓ سے دو لڑکے پیدا ہوئے، ابو عمیر اور عبد اللہ، ابو عمیر صغر سنی میں فوت ہو گئے، اور عبد اللہ سے نسل چلی،

فضل و کمال حضرت ام سلیمؓ سے چند حدیثیں مروی ہیں جن کو حضرت انسؓ، ابن عباسؓ،

---

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۱۰۵ [2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۵۰ [3] ایضاً ص ۱۴۵ [4] ایضاً ج ۲ ص ۱۰۳

زید بن ثابتؓ، ابو سلمہ اور عمرو بن عاصم نے ان سے روایت کیا ہے، لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ مین ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ان بزرگون نے ان ہی کو حکم مانا،[1]

ان کو مسائل کے پوچھنے مین کچھ عار نہ تھا، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئین، اور کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا حق بات سے نہین شرماتا، کیا عورت پر خواب مین غسل واجب ہے؟ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ یہ سوال سن رہی تھین، بیساختہ ہنس پڑین کہ تم نے عورتون کی بڑی فضیحت کی؟ بھلا کہیں عورتوں کو بھی ایسا ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیون نہین؟ ورنہ بچے مان کے ہم شکل کیون ہوتے ہین،[2]

اخلاق | حضرت ام سلیمؓ میں بڑے بڑے فضائل اخلاق جمع تھے، جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ اپنے پہلے شوہر سے صرف اس بنا پر علیحدگی اختیار کی کہ وہ اسلام قبول کرنے پر رضامند نہ تھے، حضرت ابو طلحہؓ نے نکاح کا پیغام دیا تو محض اس وجہ سے رد کر دیا کہ وہ مشرک ہین، اس موقع پر انھون نے ابو طلحہؓ کو جس خوبی سے اسلام کی دعوت دی وہ سننے کے قابل ہے، مسند احمد مین ہے،

قالت یا ابا طلحۃؓ! الست تعلم	ام سلیمؓ نے کہا ابو طلحہؓ! تم جانتے ہو کہ تمھارا
ان الٰھک الذی تعبد نبت من	معبود زمین سے اگا ہے؟ انھون نے جواب دیا
الارض قال بلٰی قالت افلا تستحی	ہان، حضرت ام سلیمؓ بولین تو پھر تم کو درخت
تعبد شجرۃ (اصابہ ج ۸ ص ۲۴۳ بحوالہ المسند)	کی پوجا کرتے شرم نہیں آتی؟

حضرت ابو طلحہؓ پر اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہوگئے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت کرتی تھین، آپ اکثر ان کے مکان تشریف لیجاتے

[1] مسند ج ۶ ص ۴۳۰ و ۴۳۱ [2] ایضاً ص ۲۹۲ و ۳۰۶ (۶ ج ۲)

اور دوپہر کو آرام فرماتے تھے جب بستر سے اٹھتے تو وہ آپ کے پسینے اور ٹوٹے ہوئے بالوں کو ایک شیشی میں جمع کرتی تھیں[1]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو وہ اٹھیں اور مشک کا منہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک مس ہوا ہے۔[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے خاص محبت تھی، صحیح مسلم میں ہے۔[3]

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے علاوہ
علی احد من النساء الا علی ازواجہ	اور کسی عورت کے یہاں نہیں جاتے تھے لیکن
الا ام سلیم فانہ یدخل علیہا	ام سلیم مستثنیٰ تھیں، لوگوں نے دریافت کیا تو
فقیل لہ فی ذلک فقال انی ارحمہا	فرمایا مجھے ان پر رحم آتا ہے، ان کے بھائی
قتل اخوہا معی	(حرام) نے میرے ساتھ رہ کر شہادت پائی ہے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اکثر اوقات حضرت ام سلیم کے مکان پر تشریف لیجاتے تھے،

حضرت ام سلیم نہایت صابرہ اور مستقل مزاج تھیں، ابو عمیر ان کا بہت پیارا اور لاڈلا بیٹا تھا لیکن جب اس نے انتقال کیا تو نہایت صبر سے کام لیا، اور گھر والوں کو منع کیا کہ ابو طلحہ کو اس واقعہ کی خبر نہ کریں، رات کو ابو طلحہ آئے تو ان کو کھانا کھلایا، اور نہایت اطمینان سے بستر پر لیٹے، کچھ رات گذرنے پر ام سلیم نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا لیکن عجیب انداز سے کیا، بولیں اگر تم کو کوئی شخص عاریۃً ایک چیز دے اور پھر اس کو واپس لینا چاہے تو کیا تم اس کے دینے سے انکار کروگے؟ ابو طلحہ نے کہا کبھی نہیں، کہا تو اب تم کو اپنے بیٹے کی طرف سے صبر کرنا چاہیے، ابو طلحہ یہ سنکر غصہ ہوئے، کہ پہلے سے کیوں نہ بتلایا، صبح اٹھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور سارا

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۹ [2] مسند ج ۶ ص ۳۷۶ [3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱

واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا، خدا نے اس رات تم دونوں کو بڑی برکت دی[1]،

اسی طرح ایک مرتبہ ابو طلحہؓ آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے ہیں، کچھ بھیجدو، حضرت ام سلیمؓ نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انسؓ کو دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر پیش کردیں، آپ مسجد میں تھے، اور صحابہؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے، حضرت انسؓ کو دیکھکر فرمایا ابو طلحہؓ نے تم کو بھیجا ہے؟ بولے جی ہاں، فرمایا کھانے کے لیے؟ کہا ہاں، آپ تمام صحابہؓ کو لے کر ابو طلحہؓ کے مکان پر تشریف لائے، ابو طلحہؓ گھبرا گئے، اور حضرت ام سلیمؓ سے کہا اب کیا کیا جائے؟ کھانا نہایت قلیل ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجمع کے ساتھ تشریف لائے ہیں، حضرت ام سلیمؓ نے نہایت استقلال سے جواب دیا، کہ ان باتوں کو خدا اور رسول زیادہ جانتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے تو حضرت ام سلیمؓ نے وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھدیا، خدا کی شان اس میں بڑی برکت ہوئی، اور سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے[2]،

حضرت ام سلیمؓ کے فضائل و مناقب بہت ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں جنت میں گیا تو مجھکو آہٹ معلوم ہوئی، میں نے کہا کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انسؓ کی والدہ غمیصا بنت ملحان ہیں[3]،

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۳ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۱۰ [3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲

(۲۴)

حضرت ام عمارہ رضؓ

نام ونسب | نسیبہ نام، ام عمارہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہین، نسب نامہ یہ ہے،
ام عمارہؓ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار،

نکاح | پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا، پھر عزیہ بن عمرو کے عقد نکاح مین آئین،

اسلام | اور ان ہی کے ساتھ بیعتِ عقبہ مین شرکت کی، سیرت کی کتابون مین مذکور ہے کہ
بیعت عقبہ مین ۷۳ مرد اور دو عورتین شامل تھین، حضرت ام عمارہؓ کا بھی ان ہی مین شمار ہی،

غزوات | غزوۂ احد میں شریک ہوئیں اور نہایت پامردی سے لڑیں، جب تک مسلمان فتحیاب
تھے، وہ مشک مین پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھین، لیکن جب شکست ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس پہنچین اور سینہ سپر ہوگئین، کفار جب آپ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی
تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بیان ہے کہ مین احد مین ان کو اپنے داہنے اور بائین
برابر لڑتے ہوئے دیکھتا تھا، ابن قمیہ جب دڑاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا،
تو حضرت ام عمارہؓ نے بڑھ کر روکا، چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا، انھون نے بھی تلوار
ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لیے کارگر نہ ہوئی،[۱] بعض روایتون مین ہے
کہ انھون نے ایک کافر کو قتل کیا تھا، احد کے بعد بیعت الرضوان، خیبر اور فتح مکہ مین بھی شرکت کی،

[۱] ابن ہشام ص ۴۴۸

حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین یمامہ کی جنگ پیش آئی مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا مقابلہ تھا، حضرت ام عمارہؓ اپنے ایک لڑکے (حبیب) کو لیکر حضرت خالدؓ کے ساتھ روانہ ہوئین اور جب مسیلمہ نے ان کے لڑکے کو قتل کردیا، تو انھون نے منت مانی کہ "یا مسیلمہ قتل ہوگا یا وہ خود جان دیدینگی" یہ کہکر تلوار کھینچ لی اور میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوئین اور اس پامردی سے مقابلہ کیا کہ ۱۲ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا،

اس جنگ مین مسیلمہ بھی مارا گیا،

وفات اس کے بعد معلوم نہین کب تک زندہ رہین،

اولاد انتقال کے وقت چار اولادین یادگار چھوڑین حبیب، عبد اللہ (پہلے شوہر سے) تمیم، خولہ (دوسرے شوہر سے)

فضل وکمال چند حدیثین روایت کی ہین جو عباد بن تمیم (پوتے) لیلے (کنیز) عکرمہ، حارث ابن کعب اور ام سعد بنت سعد بن ربیع سے مروی ہین،

اخلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی اس کا اصلی منظر تو غزوۂ احد مین نظر آتا ہے لیکن اور بھی چھوٹے چھوٹے واقعات ہین، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان مین تشریف لائے تو انھون نے کھانا پیش کیا، ارشاد ہوا تم بھی کھاؤ، بولین مین روزہ سے ہون، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا نوش فرمایا اور فرمایا کہ روزہ دار کے پاس اگر کچھ کھایا جائے تو اس پر فرشتے درود بھیجتے ہین[1]،

جوش اسلام کا نظارہ بھی اوپر کے واقعات سے ہو سکتا ہے،

---

[1] مسند ج ۶ ص ۳۶۵

۲۵۱

حضرت ام عطیہؓ

نام و نسب نسیبہ بنت حارث نام، انصار کے قبیلہ ابی مالک بن النجار سے تھین[1]،

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو انصار کی عورتون کو ایک مکان مین بیعت کے لیے جمع کیا، اور حضرت عمرؓ کو دروازہ پر بھیجا کہ ان شرائط پر بیعت لین کہ شرک نہ کرین گی، چوری اور زنا سے بچین گی، اولاد کو قتل نہ کرین گی، کسی پر بہتان نہ باندھین گی، اچھی باتون سے انکار نہ کرین گی، عورتون نے یہ سب تسلیم کیا، تو حضرت عمرؓ نے اندر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور عورتون نے اپنے ہاتھ باہر نکالے، جو بیعت کی علامت تھی، اس کے بعد حضرت ام عطیہؓ نے پوچھا کہ اچھی باتون سے انکار کرنے کے کیا معنی ہین؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا نوحہ اور بین نہ کرنا[2]،

غزوات اور عام حالات حضرت ام عطیہؓ عہد رسالت کے سات معرکون مین شریک ہوئیں، جن مین وہ مردون کے لیے کھانا پکاتی، ان کے سامان کی حفاظت کرتی، مریضون کی تیمارداری اور زخمیون کی مرہم پٹی کرتی تھین[3]،

سنہ ۸ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا، تو حضرت ام عطیہؓ اور چند عورتون نے ان کو غسل دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۲۱ و ۳۲۲) [2] مسند ج ۶ ص ۴۰۹ [3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۵

ان کو نہلانے کی ترکیب بتلائی۔[1]

خلافت راشدہ کے زمانہ مین ان کا ایک لڑکا کسی غزوہ مین شریک تھا، بیمار ہو کر بصرہ آیا، حضرت ام عطیہؓ مدینہ مین تھین، خبر ملی تو نہایت عجلت سے بصرہ روانہ ہوئین لیکن پہنچنے کے ایک دو دن قبل وہ وفات پا چکا تھا، یہان آکر انھون نے بنو خلف کے قصر مین قیام کیا، تیسرے روز انھون نے خوشبو منگا کر ملی اور کہا کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کے لیے ۳ دن سے زیادہ سوگ نہین کرنا چاہیے۔[2]

اس کے بعد بصرہ مین مستقل سکونت اختیار کر لی۔[3]

وفات | وفات کی تاریخ اور سنہ معلوم نہین، اور نہ اولاد کی تفصیل کا علم ہے۔

فضل وکمال | چند حدیثین روایت کی ہین، راویون مین حسب ذیل اصحاب ہین،

حضرت انسؓ، ابن سیرین، حفصہ بنت سیرین، اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن بن عطیہ عبد الملک ابن عمیر، علی بن الاقمر، ام شراحیل،

صحابہ اور تابعین ان سے میت کے نہلانے کا طریقہ سیکھتے تھے۔[4]

اخلاق | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتی تھین، اور آپؐ بھی ان سے محبت کرتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی تو انھون نے اس کا گوشت حضرت عائشہؓ کے پاس روانہ کیا، آپؐ گھر مین تشریف لائے تو کھانے کے لیے مانگا، بولین اور تو کچھ نہین ہے، البتہ جو بکری آپ نے نسیبہؓ کے پاس بھیجی تھی اس کا گوشت رکھا ہے، آپ نے فرمایا لاؤ، کیونکہ وہ مستحق کے پاس پہنچ چکی۔[5]

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۸ و مسلم ج ۱ ص ۳۴۶ (۳۴۴، ۳) [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۰ (باب احداد المرأة علی غیر زوجہا) [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۰۳ [4] تہذیب ج ۱۲ ص ۴۵۵ (اصابہ ج ۸ ص ۲۵۹) [5] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے اعزہ و اقارب سے بھی خاص تعلقات تھے، چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عطیہؓ کے مکان مین قیلولہ فرماتے تھے[1]۔

احکام نبوی کی پوری پابندی کرتی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت مین نوحہ کی ممانعت کی تھی، اس پر انھون نے ہمیشہ عمل کیا، چنانچہ بیعت ہی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ فلان خاندان کے لوگ میرے ہان رہ چکے ہین، اس لیے مجھکو بھی انکے ہان جاکر رونا ضروری ہے، آپ اس خاندان کو مستثنیٰ کر دیجیے، چنانچہ آپ نے مستثنیٰ کر دیا[2] بعض روایات مین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہؓ کو کوئی جواب نہین دیا، اور جن رُوایات سے یہ ثابت ہے کہ حضورؐ نے ان کو مستثنیٰ کر دیا، ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ استثنا حضرت ام عطیہؓ کے لیے خاص تھا، ورنہ اصلی مسئلہ کہ نوحہ جائز نہین ہے اپنی جگہ پر ثابت ہے۔ لڑکے کی وفات اور اس پر سوگ کرنے کا حال ابھی گذر چکا ہے،

[1] اصابہ ج ۸ ص ۲۵۹ [2] مسند ج ۶ ص ۴۰۷ ([3] مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۱۱۴)

(۲۶)

حضرت ربیعؓ بنت معوذ بن عفراء

نام نسب

ربیع نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، ربیع بنت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار، والدہ کا نام ام تزید تھا، جو قیس بن زعورا کی بیٹی تھین، حضرت ربیعؓ اور ان کے تمام بھائی عفراء کی اولاد مشہور ہین، عفراء ان لوگون کی دادی تھین،[۱]

اسلام

ہجرت کے قبل مسلمان ہوئین،

نکاح

ایاس بن بکیر لیثی سے شادی ہوئی، صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور بستر پر بیٹھ گئے، لڑکیان دف بجا بجا کر شہدائے بدر کے مناقب میں اشعار پڑھ رہی تھین، اس ضمن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بھی کچھ اشعار پڑھے، جن مین ایک مصرع یہ تھا،

وفینا نبی یعلم ما فی غد — اور ہم مین وہ نبی ہے جو کل کی بات جانتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ کہو (اور اسکے سوا جو کہتی تھین وہ کہو)[۲]

عام حالات

غزوات مین شرکت کرتی تھین، زخمیوں کا علاج کرتین، لوگون کو پانی پلاتین اور مقتولوں کو مدینہ پہنچاتی اور فوج کی خدمت کرتی تھین،[۳]

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۱۸ [۲] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۰۵ [۳] مسند ج ۶ ص ۳۵۸

غزوہ حدیبیہ میں بھی موجود تھیں جب بیعت رضوان کا وقت آیا تو انھوں نے بھی آکر بیعت کی،
۳۵ھ میں اپنے شوہر سے علیحدہ ہوئیں، شرط یہ تھی کہ جو کچھ میرے پاس ہے اس کو لیکر مجھ سے
دست بردار ہو جاؤ، چنانچہ اپنا تمام سامان ان کو دے دیا، صرف ایک کرتی رہنے دی، لیکن
شوہر کو یہ بھی گوارا نہ ہوا، جاکر حضرت عثمانؓ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا، چونکہ ربیعؓ نے کل
چیزوں کی شرط کی تھی، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم کو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے، اور شوہر سے
فرمایا کہ تم ان کے جوڑا باندھنے کی دھجی تک لے سکتے ہو،[1]

وفات | حضرت ربیعؓ کی وفات کا سال نامعلوم ہے،

اولاد | اولاد میں محمد مشہور ہیں،

فضل وکمال | حضرت ربیعؓ سے ۲۱ حدیثیں مروی ہیں، علمی حیثیت سے ان کا یہ پایہ تھا کہ
حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زین العابدینؒ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے، راویوں
میں بہت سے بزرگ ہیں، مثلاً عائشہ بنت انس بن مالک، سلیمان بن یسار، ابوسلمہ بن عبدالرحمن،
نافع، عبادہ بن الولید، خالد بن ذکوان، عبداللہ بن محمد بن عقیل، ابوعبیدہ بن محمد (حضرت عمار
ابن یاسر کے پوتے)، محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان،

اخلاق | جوش ایمان اس سے ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ اسماء بنت مخربہ جو ابوربیعہ مخزومی کی
بیوی تھی، اور عطر بیچتی تھی، چند عورتوں کے ساتھ ربیعؓ کے گھر آئی، اور ان کا نام و نسب
دریافت کیا، چونکہ ربیعؓ کے بھائی نے ابوجہل کو بدر میں قتل کیا تھا، اور اسماء قریش کے قبیلے
سے تھی بولی "تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو؟" حضرت ربیعؓ کو ابوجہل کی نسبت سردار
کا لفظ نہایت ناگوار ہوا، بولیں "سردار نہیں بلکہ غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں،" اسماء کو ابوجہل کی

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۸۰ بحوالۂ ابن سعد ([2] مسند ج ۶ ص ۳۵۸)

شان مین یہ گستاخی پسند نہ آئی، جھنجھلا کر کہا کہ مجھکو تمھارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے، حضرت ربیعؓ نے برجستہ کہا مجھ کو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے، کیونکہ تمھارا عطر، عطر نہین بلکہ گندگی ہے،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت تھی، آپ ان کے گھر اکثر تشریف لیجاتے تھے،[2] ایک مرتبہ آپ تشریف لائے اور ان سے وضو کے لیے پانی مانگا،[3] ایک مرتبہ دو طباقون میں چھوہارے اور انگور لے گئین، تو آپنے زیور یا سونا مرحمت فرمایا،[4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ کسی نے حلیہ پوچھا تو بولین "بس یہ سمجھ لو کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے"[5]

---

(۱) اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۲) (۲) مسند ج ۶ ص ۳۵۸ (۳) ابوداؤد ج ا ص ۱۳ (۴) مسند ج ۶ ص ۳۵۹

(۵) اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۲

(۲۷)

حضرت ام ہانی

نام ونسب | فاختہ نام، ام ہانی کنیت، ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھین، مان کا نام فاطمہ بنت اسد تھا، اس بناپر حضرت علیؓ، حضرت جعفر طیارؓ، اور ام ہانیؓ حقیقی بھائی بہن ہین،

نکاح | ہبیرہ بن عمرو بن عائذ مخزومی سے نکاح ہوا،

اسلام | ۸ھ مین جب مکہ فتح ہوا، مسلمان ہوئین، آپؐ نے اس روز ان کے مکان مین غسل کیا تھا، اور چاشت کی نماز پڑھی تھی، انھون نے اپنے دو عزیزون کو جو مشرک تھے، پناہ دیدی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو پناہ دی، ان کا شوہر ہبیرہ فتح مکہ مین نجران بھاگ گیا تھا،

وفات | ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہین، تہذیب مین ہے امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت مین انتقال کیا،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، عمرو، ہانی، یوسف، جعدہ

فضل وکمال | حضرت ام ہانیؓ سے ۴۶ حدیثین مروی ہین[1] جن کے راوی حسب ذیل حضرات ہین، جعدہ، یحیی، ہارون، ابو مرہ، ابو صالح، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن حارث بن نوفل ابن ابی لیلی، مجاہد، عروہ، عبد اللہ بن عیاش، شعبی، عطاء، کریب، محمد بن عقبہ،

---

[1] مسند جلد ۶ ص ۳۴۳،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی مسائل دریافت کرتی تھین جس سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے، ایک مرتبہ اس آیت کی تفسیر پوچھی تھی، وتاتون فی نادیکم المنکر[1]

اخلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو عقیدت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ آپ فتح مکہ کے زمانہ مین ان کے مکان پر تشریف لائے اور شربت نوش فرمایا، اس کے بعد ان کو دیا انھون نے کہا مین روزہ سے ہون لیکن آپ کا جھوٹا واپس نہین کرنا چاہتی ہون بعض روایتون مین ہے کہ انھون نے پی لیا، اور پھر خود ہی عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مین روزہ سے ہون حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر روزہ رمضان کی قضا کا ہے تو کسی دوسرے دن یہ روزہ رکھ لینا، اور اگر محض نفل ہے تو اسکی قضا کرنے یا نہ کرنے کا تم کو اختیار ہے[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے بہت محبت تھی، ایک مرتبہ فرمایا۔ ام ہانی! بکری لے لو، یہ بڑی خیر و برکت کی چیز ہے[3]

ایک مرتبہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اب مین بوڑھی ہو گئی، اور چلنے پھرنے مین ضعف معلوم ہوتا ہے، اس لئے ایسا عمل بتلایا جائے جس کو بیٹھے بیٹھے انجام دے سکون، آپ نے ایک وظیفہ بتلایا دفرمایا کہ سبحان اللہ ایک سو مرتبہ الحمد للہ ایک سو مرتبہ اللہ اکبر ایک سو مرتبہ اور لا الٰہ الا اللہ ایک سو مرتبہ کہہ لیا کرو[4]

---

[1] مسند ج ۶ ص ۳۴۱ [2] ایضاً ص ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ [3] ایضاً [4] ایضاً ص ۳۴۴

(۲۸)

حضرت فاطمہؓ بنت خطاب

نام ونسب | فاطمہ نام، ام جمیل کنیت، حضرت عمرؓ کی ہمشیر ہین۔

نکاح | حضرت سعیدؓ بن زید سے نکاح ہوا،

اسلام | اور انھی کے ساتھ مسلمان ہوئین، یہ اوائلِ اسلام کا واقعہ ہے، ان کے کچھ دنون کے بعد ان کے بھائی، یعنی حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے، اور انھی کے سبب سے ہوئے، اس کا قصہ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے خود بیان کیا ہے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جارہے تھے، راستہ مین ایک مخزومی صحابیؓ سے ملاقات ہوئی، پوچھا کہ تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر محمدؐ کا مذہب اختیار کیا ہے؟ بولے ہان لیکن پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمھارے بہن اور بہنوئی نے بھی محمدؐ کا مذہب قبول کر لیا ہے، حضرت عمرؓ سیدھے بہن کے گھر پہنچے، دروازہ بند تھا، اور وہ قرآن پڑھ رہی تھین، ان کی آہٹ پاکر چپ ہوگئین، اور قرآن کے اجزاء چھپا دیئے، لیکن آواز ان کے کان مین پڑ چکی تھی، پوچھا کہ یہ کیا آواز تھی؟ انھون نے کہا کچھ نہین، بولے مین سن چکا ہون کہ تم دونون مرتد ہوگئے ہو، یہ کہکر بہنوئی سے دست وگریبان ہوگئے، حضرت فاطمہؓ بچانے کو آئین تو ان کی بھی خبر لی، بال پکڑ کر گھسیٹے اور اس قدر مارا کہ ان کا بدن لہولہان ہوگیا، اسی حالت مین ان کی زبان سے نکلا، عمر!

جو ہوسکے کرو، لیکن اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا، ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر ایک خاص اثر کیا، بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا، ان کے بدن سے خون جاری تھا، یہ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی، فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے، مجھ کو بھی سناؤ، فاطمہؓ نے قرآن کے اجزاء لاکر سامنے رکھ دیئے، حضرت عمرؓ ان کو پڑھتے جاتے تھے اور ان پر رعب چھاتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ایک آیت پر پہونچکر پکار اٹھے اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله،[1]

ہجرت	اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کی،
وفات	وفات کا سنہ اور مہینہ معلوم نہیں،
اولاد	ایک لڑکا چھوڑا، عبدالرحمن نام تھا،

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۶۱ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۸۴

(۳۹)

حضرت اسماءؓ بنت عمیس

نام ونسب اسماء نام، قبیلہ خثعم سے تھین، سلسلۂ نسب یہ ہے، اسماء بنت عمیس بن معد بن حارث بن تیم بن کعب بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن معاویہ بن زید بن مالک ابن بشر بن وہب اللہ بن شہران بن عفرس بن خلف بن اقبل (خثعم) ماں کا نام ہند (خولہ) بنت عوف تھا، اور قبیلہ کنانہ سے تھین، اس بنا پر حضرت میمونہؓ (ام المومنین) اور اسماء اخیافی بہنین تھین،

نکاح حضرت جعفرؓ سے کہ حضرت علیؓ کے بھائی تھے (اور دس برس بڑے تھے) نکاح ہوا،

اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانۂ ارقم مین مقیم ہونے سے قبل مسلمان ہوئین حضرت جعفرؓ نے بھی اسی زمانہ مین اسلام قبول کیا تھا،[۱]

عام حالات حبشہ کی ہجرت کی، اور کئی سال تک مقیم رہین، ۷ھ مین جب خیبر فتح ہوا، تو مدینہ آئین، حضرت حفصہؓ کے گھر گیئن، تو حضرت عمرؓ بھی آگئے، پوچھا یہ کون ہین، جواب ملا اسماء، بولے، ہاں وہ حبش والی، وہ سمندر والی"، حضرت اسماءؓ نے کہا" ہاں وہی" حضرت عمرؓ نے کہا ہم کو تم پر فضیلت ہے اس لیے کہ ہم مہاجر ہین، حضرت اسماءؓ کو یہ فقرہ سنکر غصہ آیا، بولیں "کبھی نہین! تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ بھوکون کو

---

[۱] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۳۶، اصابہ ج ۸ ص ۹ بحوالۂ ابن سعد

کھلاتے اور جاہلوں کو پڑھاتے تھے، لیکن ہماری حالت بالکل جداگانہ تھی، ہم نہایت دور دراز مقام میں صرف خدا اور رسول کی خوشنودی کے لیے پڑے رہے، اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔"
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان تشریف لائے، تو انھوں نے سارا قصہ بیان کیا، ارشاد ہوا، "انھوں نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتیں کیں، اس لیے تم کو زیادہ فضیلت ہے۔"
حضرت اسماءؓ اور دوسرے مہاجرین کو اس سے اس درجہ مسرت ہوئی کہ دنیا کی تمام فضیلتیں ہیچ معلوم ہوتی تھیں، مہاجرین حبشہ جوق جوق حضرت اسماءؓ کے پاس آتے اور یہ واقعہ دریافت کرتے تھے۔[۱]

سنہ ۸ھ غزوۂ موتہ میں حضرت جعفرؓ نے شہادت پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی (حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، دیکھا کہ حضورؐ آبدیدہ تھے، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ غمگین کیوں ہیں، کیا جعفرؓ کے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ لوگ شہید ہو گئے ہیں، بچوں کو نہلا دھلا کر ہمراہ لے گئی تھی، حضورؐ نے بچوں کو اپنے پاس بلایا اور میں چیخ اٹھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے (اہل بیت کے پاس تشریف لے گئے) اور فرمایا جعفرؓ کے بچوں کے لیے کھانا پکاؤ، کیونکہ وہ رنج و غم میں مصروف ہیں۔[۲]
اس کے بعد مسجد میں جا کر غمزدہ بیٹھے، اور اس خبر کا اعلان کیا، اسی حالت میں ایک شخص نے آکر کہا کہ جعفرؓ کی مستورات ماتم کر رہی ہیں اور رو رہی ہیں، آپ نے ان کو منع کرا بھیجا، وہ گئے اور واپس آکر کہا کہ میں نے منع کیا لیکن وہ باز نہیں آتیں، آپ نے دوبارہ بھیجا، وہ پھر گئے، اور واپس آکر عرض کی کہ ہم لوگوں کی نہیں چلتی، آپ نے ارشاد فرمایا "تو ان کے منہ میں خاک

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۷، ۶۰۸ [۲] مسند ج ۶ ص ۳۷۰

بھر دو"۔ یہ واقعہ حضرت عایشہؓ سے صحیح بخاری مین منقول ہے، صحیح بخاری مین یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس شخص سے کہا کہ "خدا کی قسم تم یہ نہ کروگے (منہ مین خاک ڈالنا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف سے نجات نہ ملے گی"[1]

تیسرے[3] دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماؓ کے گھر تشریف لائے، اور سوگ کی ممانعت کی[3]، تقریباً ۶ مہینے کے بعد شوال ۸ھ مین جو غزوۂ حنین کا زمانہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے ان کا نکاح پڑھا دیا[4]، جس کے دو برس بعد ذوقعدہ ۱۰ھ مین محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے، اس وقت حضرت اسماؓ حج کی غرض سے مکہ آئی تھین چونکہ محمد ذوالحلیفہ مین پیدا ہوئے تھے، اسماؓ نے دریافت کرایا کہ مین کیا کرون؟ ارشاد ہوا نہا کر احرام باندھیں[5]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت مین حضرت ام سلمہؓ اور اسماؓ نے ذات الجنب تشخیص کرکے دوا پلانی چاہی، چونکہ گوارا نہ تھی، آپنے انکار فرمایا، اسی ممانعت مین غشی طاری ہوگئی، انھون نے منہ کھول کر پلادی، افاقہ کے بعد آپ کو احساس ہوا تو فرمایا "یہ مشورہ اسماؓ نے دیا ہوگا، وہ حبشہ سے اپنے ساتھ یہی حکمت لائی ہین، عباسؓ کے علاوہ سب کو دوا پلائی جائے"، چنانچہ تمام ازواج مطہراتؓ کو دوا پلائی گئی[6]،

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۔ [2] مسند ج ۶ ص ۳۶۹۔ [3] (جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اسکو ۴ ماہ ۱۰ دن سوگ کرنا چاہیے مسئلہ یہی ہے، حضرت اسماؓ کی اس روایت سے شبہہ میں نہ پڑنا چاہیے، اس لیے کہ یہ روایت تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے اور شاذ ہے، اور اجماع اسکے مخالف ہے، امام طحاوی کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہے اور امام بیہقی کے نزدیک منقطع ہے، ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۹ ص ۴۲۹، ان کے سوا اور بہت سے جوابات ہین جنکی تفصیل کا یہان موقع نہیں ہے) [4] اصابہ ج ۸ ص ۹۔ [5] صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۸۵ و ۳۹۴۔ [6] صحیح بخاری ۲/۲ و طبقات ج ۲ قسم ۲ ص ۳۱، ۳۲ و مسند ج ۶ ص ۴۳۸

سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی تو وصیت کی کہ اسماءؓ غسل دیں[۱]، حضرت ابوبکرؓ کے بعد اسماءؓ حضرت علیؓ کے عقد نکاح میں آئیں، محمد بن ابوبکرؓ بھی ساتھ آئے، اور حضرت علیؓ کے آغوش تربیت میں پرورش پائی، ایک دن عجیب لطیفہ ہوا، محمد بن جعفرؓ اور محمد بن ابوبکر نے باہم فخراً کہا کہ ہم تم سے بہتر ہیں، اس لیے کہ ہمارے باپ تمھارے باپ سے بہتر تھے، حضرت علیؓ نے حضرت اسماءؓ سے کہا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ کرو، بولیں کہ تمام نوجوانوں پر جعفرؓ کو اور تمام بوڑھوں پر ابوبکرؓ کو فضیلت حاصل ہے، حضرت علیؓ بولے "پھر ہمارے لیے کیا رہا"[۲]!

سنہ ۳۸ھ میں محمد بن ابوبکرؓ مصر میں قتل ہوئے، اور گدھے کی کھال میں ان کی لاش جلائی گئی، حضرت اسماءؓ کے لیے اس سے زیادہ تکلیف دہ واقعہ کیا ہو سکتا تھا؟ ان کو سخت غصہ آیا، لیکن نہایت صبر سے کام لیا، اور مصلے پر کھڑی ہو گئیں[۳]،

وفات سنہ ۴۰ھ میں حضرت علیؓ نے شہادت پائی اور انکے بعد حضرت اسماءؓ کا بھی انتقال ہو گیا[۴]،

اولاد جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، حضرت اسماءؓ نے ۳ نکاح کیے، چنانچہ حضرت جعفرؓ سے محمد، عبد اللہ، عون، حضرت ابوبکرؓ سے محمد، اور حضرت علیؓ سے یحییٰ پیدا ہوئے[۵]،

ریاض النضرہ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے دو لڑکے ہوئے تھے، یحییٰ اور عون[۶]، لیکن علامہ ابن اثیر نے اس کو غلط کہا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ ابن کلبی کا خیال ہے جو مشہور دروغ گو تھا،

فضل و کمال حضرت اسماءؓ سے ۶۰ حدیثیں مروی ہیں، جن کے راویوں کے نام یہ ہیں حضرت عمرؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عبد اللہ بن جعفرؓ، ابن عباسؓ، قاسم بن محمد، عبد اللہ بن شداد بن الہاد، عروہ ابن مسیب، ام عون بنت محمد بن جعفر، فاطمہؓ بنت علی، ابویزید مدنی،

[۱] اصابہ ج ۸ ص ۹ بحوالہ ابن سعد [۲] اصابہ ج ۸ ص ۹ [۳] ایضاً [۴] خلاصہ تہذیب ص ۴۸۸ [۵] استیعاب ج ۲ ص ۷۰۵ [۶] ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۴۹،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تعلیم حاصل کرتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت اور تکلیف میں پڑھنے کے لیے ان کو ایک دعا بتائی تھی،[1]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کے بچوں کو دبلا دیکھا تو پوچھا کہ یہ اس قدر دبلے کیوں ہیں، اسماءؓ نے کہا ان کو نظر بہت لگتی ہے، فرمایا تو تم جھاڑ پھونک کرو، حضرت اسماءؓ کو ایک منتر یاد تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، فرمایا "ہاں یہی سہی"[2]

حضرت اسماءؓ کو خواب کی تعبیر میں بھی دخل تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ اکثر ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھتے تھے،[3]

---

[1] مسند ج ۶ ص ۳۶۹ [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۳ [3] اصابہ ج ۸ ص ۹

حضرت اسمارؓ بنت ابی بکرؓ

نام و نسب | اسما، نام، ذات النطاقین لقب، حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہین، مان کا نام قتلہ بنت عبد العزیٰ تھا، ہجرت سے ۲۷ سال قبل مکہ مین پیدا ہوئین،

نکاح | حضرت زبیرؓ بن عوام سے نکاح ہوا،

اسلام | اپنے شوہر کی طرح انھون نے بھی قبول اسلام مین سبقت کی، ابن اسحاق کے قول کے مطابق ان کا ایمان لانے والون مین اٹھارہوان نمبر تھا،

عام حالات | جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو حضرت ابوبکرؓ رفیق صحبت تھے، آپؐ دوپہر کو ان کے گھر تشریف لائے، اور ہجرت کا خیال ظاہر فرمایا، حضرت اسماءؓ نے سفر کا سامان کیا، دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان مین رکھا، نطاق جس کو عورتین کمر مین لپیٹتی ہین، پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا، یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے[1]،

حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے وقت کل روپیہ ساتھ لے گئے تھے، ابو قحافہ کو ان کے والد تھے معلوم ہوا، بولے کہ انھون نے جانی اور مالی دونون قسم کی تکلیف دی حضرت اسماءؓ نے کہا وہ کثیر دولت چھوڑ گئے ہین، یہ کہکر اٹھین اور جس جگہ حضرت ابوبکرؓ کا مال رہتا تھا،

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۳ و ۵۵۵

بہت سے پتھر رکھدیے اور ان پر کپڑا ڈال دیا، پھر ابو قحافہ کو لے گئیں اور کہا ٹٹول لیجیے، دیکھیے یہ رکھا ہے، ابو قحافہ نابینا ہوگئے تھے، اس لیے مان گئے، اور کہا کھانے کے لیے بہت ہے، حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ میں نے صرف ابو قحافہ کی تسکین کے لیے ایسا کیا تھا، ورنہ وہاں ایک حبہ بھی نہ تھا، [۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچکر مستورات کو بلوایا تو حضرت اسماءؓ بھی آئیں، [۲] قبا میں قیام کیا، یہاں عبد اللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے، ان کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے عبد اللہ کو گود میں لیا گھٹی دی اور ان کے لیے دعا فرمائی، عبد اللہ بن زبیرؓ جب جوان ہوئے تو حضرت اسماءؓ ان کے پاس رہنے لگیں، کیونکہ حضرت زبیرؓ نے ان کو طلاق دیدی تھی، [۳]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے گھٹی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک پیا تھا، اس بنا پر جب سن شعور کو پہنچے تو فضائل اخلاق کے پیکر مجسم تھے، ادھر سلطنت بنو امیہ کا فرمانروا (یزید) سرتاپا فسق و فجور تھا، حضرت عبد اللہؓ نے اس کی بیعت سے انکار کیا، مکہ میں پناہ گزین ہوئے، اور وہیں سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی، چونکہ حضرت عبد اللہؓ کی عظمت و جلالت کا ہر شخص معترف تھا، اس لیے تمام دنیائے اسلام نے اس صدا پر لبیک کہی، اور ملک کا بڑا حصہ ان کے علم کے نیچے آگیا لیکن جب عبد الملک بن مروان تخت نشین ہوا، تو اس نے اپنی حکمت عملی سے بعض صوبوں پر قبضہ کر لیا، اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ کی تیاریاں کیں، شاہی لشکر نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کیا تو ابن زبیرؓ حضرت اسماءؓ کے پاس آئے، وہ بیمار

[۱] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۵۰ [۲] اصابہ ج ۸ ص ۲۲۹، طبقات ج ۸ ق ۱ ص ۱۶۱ و تہذیب ج ۵ ص ۱۴۷
[۳] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۵ [۴] فتح الباری ج ۶ ص ۱۶۳ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۲،

تھین، پوچھا "کیا حال ہے"؟ بولین "بیمار ہوں" کہا "آدمی کو موت کے بعد آرام ملتا ہے" حضرت اسماءؓ نے کہا "شاید تم کو میرے مرنے کی تمنا ہے، لیکن مین ابھی مرنا پسند نہین کرتی، میری آرزو ہے کہ تم لڑکر قتل ہو، اور مین صبر کرون یا تم کامیاب ہو اور میری آنکھین ٹھنڈی ہون"، ابن زبیرؓ ہنس کر چلے گئے، شہادت کا وقت آیا تو دوبارہ ماں کی خدمت مین آئے، وہ مسجد مین بیٹھی تھین، صلح کے متعلق مشورہ کیا، بولین "بیٹا! قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح بہتر نہین، کیونکہ عزت کے ساتھ تلوار مارنا ذلت کے ساتھ کوڑا مارنے سے بہتر ہے، حضرت ابن زبیرؓ نے اس پر عمل کیا، اور لڑکر مردانہ وار شہادت حاصل کی، حجاج نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا، ۳ دن گذرنے پر حضرت اسماءؓ کنیز کو ساتھ لے کر اپنے بیٹے کی لاش پر آئین، لاش الٹی لٹکی تھی، دل تھام کر اس منظر کو دیکھا، اور نہایت استقلال سے کہا "کیا اس سوار کے گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہین آیا"[1] حجاج کو چھیڑ منظور تھی، آدمی بھیجا کہ ان کو جا کر لائے، حضرت اسماءؓ نے انکار کیا، اس نے پھر آدمی بھیجا کہ ابھی خیریت ہے، ورنہ آئندہ جو شخص بھیجا جائے گا وہ بال پکڑ کر گھسیٹ لائے گا، حضرت اسماءؓ صرف خدا کی شان جباری کی معترف تھین، جواب دیا مین نہیں جا سکتی، حجاج نے مجبوراً خود جوتہ پہنا اور حضرت اسماءؓ کی خدمت مین آیا، اور حسب ذیل گفتگو ہوئی، حجاج نے کہا "کہیے مین نے دشمن خدا (ابن زبیرؓ) کے ساتھ کیا سلوک کیا"، حضرت اسماءؓ بولین "تو نے ان کی دنیا بگاڑی اور انھوں نے تیری عاقبت خراب کی! مین نے سنا ہے کہ تو ان کو طنزاً ذات النطاقین کا بیٹا کہتا ہے، خدا کی قسم ذات النطاقین مین ہون! مین نے نطاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کا کھانا باندھا تھا، اور دوسرے کو کمر مین لپیٹتی تھی، لیکن لیکن یہ یاد رہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف مین ایک کذاب

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۳، و استیعاب ج ۱ ص ۳۶۶

اور ایک ظالم پیدا ہوگا، چنانچہ کذاب کو دیکھ چکی ہوں اور ظالم تو ہے"۔ حجاج نے یہ حدیث سنی تو چپکا اٹھ کھڑا ہوا[1]،

چند دنوں کے بعد عبد الملک کا حکم پہنچا تو حجاج نے لاش اتروا کر یہود کے قبرستان میں پھنکوا دی، حضرت اسمارؓ نے لاش اٹھوا کر گھر منگوایا، اور غسل دلوا کر جنازہ کی نماز پڑھی، حضرت ابن زبیرؓ کا جوڑ جوڑ الگ تھا، نہلانے کے لیے کوئی عضو اٹھایا جاتا تو ہاتھ کے ساتھ چلا آتا تھا، لیکن حضرت اسمارؓ نے یہ کیفیت دیکھکر صبر کیا کہ خدا کی رحمت ان ہی پارہ پارہ ٹکڑوں پر نازل ہوتی ہے،

وفات حضرت اسمارؓ دعا کرتی تھیں کہ جب تک میں عبد اللہؓ کی لاش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے[2]، چنانچہ ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضرت اسمارؓ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا، یہ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ کا واقعہ ہے، اس وقت ان کی عمر سو سال کی تھی[3]،

اولاد حسب ذیل اولاد ہوئی، عبد اللہؓ، منذر، عروہ، مہاجر، خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسن، عائشہ،

حلیہ حضرت اسمارؓ باایں ہمہ کہ سو برس کی تھیں لیکن ایک دانت بھی نہیں گرا تھا، اور ہوش و حواس بالکل درست تھے، دراز قد اور جسیم تھیں، اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی[4]،

فضل وکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اسمارؓ نے (۵۶) حدیثیں روایت کی ہیں، جو صحیحین اور سنن میں موجود ہیں، راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں،

عبد اللہؓ، عروہ (پسران)، عباد بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عروہ (نبیرگان)، فاطمہ بنت المنذر ابن زبیرؓ، عبادہ بن حمزہ بن عبد اللہ بن زبیرؓ، عبد اللہ بن کیسان (غلام) ابن عباسؓ، صفیہ بنت شیبہ

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۵ [2] استیعاب ج ۱ ص ۳۹۶ [3] طبری ج ۳ ص ۱۸۴۳ اور الریاض النضرہ ص ۲۸۰،۲۷۹ [4] اصابہ ج ۸ ص ۸ [5] مسند ج ۶ ص ۳۴۴ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۲

ابن ابی ملیکہ، وہب بن کیسان، ابو بکر و عامر پسران ابن زبیرؓ، مطلب بن حنطب، محمد بن منکدر، مسلم معری، ابو نوفل ابن ابو عقرب،

اخلاق | حضرت اسماؓ بالطبع نیکی کی طرف مائل تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے، نماز کو بہت طول دیا، تو حضرت اسماؓ نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا، ان کے پاس دو عورتیں کھڑی تھیں جن میں ایک فربہ اور دوسری لاغر تھی، یہ دیکھکر انھوں نے اپنے دل کو تسلی دی کہ مجھے ان سے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا چاہیئے لیکن چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوئی تھی، حضرت اسماؓ کو غش آگیا، اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی[1]

ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ ان کے سر میں درد ہوتا تو سر پکڑ کر کہتیں (یہ میرا گناہ ہے اور جو گناہ خدا معاف کرتا رہتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں)

حق گوئی ان کا خاص شعار تھا، اس کی متعدد مثالیں اوپر گذر چکی ہیں، حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جبار کے سامنے وہ جس صاف گوئی سے کام لیتی تھیں، وہ بجائے خود اپنی آپ ہی نظیر ہے، ایک دن وہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا حضرت اسماؓ اپنی کنیز کے ساتھ آئیں اور دریافت کیا کہ "امیر کہاں ہے"؟ معلوم ہوا تو حجاج کے قریب گئیں، اس نے دیکھتے ہی کہا "تمھارے بیٹے نے خدا کے گھر میں الحاد پھیلایا تھا، اس لیے خدا نے اس کو بڑا دردناک عذاب دیا" حضرت اسماؓ نے برجستہ جواب دیا "تو جھوٹا ہے، وہ ملحد نہ تھا، بلکہ صائم، پارسا اور شب بیدار تھا[2]

نہایت صابر تھیں، حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت ایک قیامت تھی، جو ان کے لیے قیامت کبری بن گئی تھی لیکن اس میں انھوں نے جس عزم جس استقلال جس صبر اور جس تحمل سے کام لیا اس کی تاریخ میں بہت کم نظیریں مل سکتی ہیں،

---

[1] مسند ج ۶ ص ۳۴۹ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۴ [3] مسند ج ۶ ص ۳۵۱

حد درجہ خود دار تھین، حجاج بن یوسف جیسے امیر کی نخوت بھی ان کی خود داری کی چٹان سے ٹکرا کر چور چور ہو جاتی تھی،

بااینہمہ نہایت متواضع اور خاکسار تھین، محنت مشقت مین ان کو بالکل عار نہ تھا، چنانچہ جب ان کا نکاح ہوا تو حضرت زبیرؓ کے پاس کچھ نہ تھا، صرف ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا، وہ گھوڑے کو دانہ دیتی، پانی بھرتی اور ڈول سیتی تھین، روٹی پکانی نہین آتی تھی، اس لیے آٹا گوندھ کر رکھتی اور انصار کی بعض عورتین پکا دیتی تھین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو جو زمین عنایت فرمائی تھی، وہان جاکر وہ چھوہاروں کی گٹھلیان چنتی اور تین فرلانگ سے سر پر لاد کر لاتی تھین، ایک دن اسی حالت مین آ رہی تھین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی، آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا کہ سوار ہو جائین، لیکن ان کو شرم معلوم ہوئی اور اونٹ پر نہ بیٹھین، گھر آکر حضرت زبیرؓ سے سارا قصہ بیان کیا، انھون نے کہا "سبحان اللہ سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہین آئی؟" کچھ زمانہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ایک غلام دیا جو گھوڑے کی تربیت اور پرداخت کرتا تھا، اس وقت حضرت اسماءؓ کی مصیبت کم ہوئی، کہتی تھین، "فکانما اعتقنی" یعنی گویا ابوبکرؓ نے مجھکو آزاد کر دیا[1]،

غربت کی وجہ سے جو کچھ خرچ کرتین ناپ تول کر خرچ کرتی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ پھر خدا بھی ناپ کر دے گا، اس وقت سے یہ عادت چھوڑ دی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آمدنی وافر ہوگئی اور پھر کبھی تنگدست نہین ہوئین[2]،

حد درجہ فیاض تھین، عبد اللہ بن زبیرؓ فرماتے تھے، کہ مین نے ان سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہین دیکھا، حضرت عائشہؓ نے اپنی وفات کے وقت ترکہ مین ایک جنگل چھوڑا تھا جو ان کے

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۶، [2] مسند ج ۶ ص ۳۵۲

حصہ مین آیا تھا، لیکن انھون نے اس کو لاکھ درہم پر فروخت کر کے کل رقم عزیزون پر تقسیم کر دی[1]، بیمار پڑتین تو اپنے تمام غلام آزاد کر دیتی تھین[2]، حضرت زبیرؓ کا مزاج تیز تھا، اس لیے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین بلا اجازت ان کے مال سے فقراء کو خیرات دیسکتی ہون؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی؟[3]

ایک مرتبہ ان کی مان مدینہ مین آئین اور ان سے روپیہ مانگا، حضرت اسماءؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ مشرک ہین، کیا ایسی حالت مین ان کی مدد کرسکتی ہون؟ ارشاد ہوا "ہان (اپنی مان کے ساتھ صلہ رحمی کرو)[4]

حضرت اسماءؓ نے کئی حج کیے، پہلا حج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا[5]، اس مین جو کچھ دیکھا تھا[6]، ان کو بالکل یاد تھا، چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب حج کے لیے آئین، اور مزدلفہ مین ٹھہرین تورات کو نماز پڑھی، پھر اپنے غلام سے پوچھا "چاند چھپ گیا"، اس نے کہا نہین، جب چاند ڈوب گیا، بولین کہ اب رمی کے لیے چلو، رمی کے بعد پھر واپس آئین اور صبح کی نماز پڑھی، اس نے کہا آپ نے بڑی عجلت کی، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ نشینون کو اس کی اجازت دی ہے[7]، جب کبھی حجون سے گذرتین کہتین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین یہان ٹھہرے تھے، اس وقت ہمارے پاس بہت کم سامان تھا، ہم نے اور عائشہؓ اور زبیرؓ نے عمرہ کیا تھا، اور طواف کرکے حلال ہوئے تھے،[8]

نہایت بہادر تھین، اخلاقی جرأت کے چند واقعات اوپر گذر چکے ہین، سعید بن عاص کے زمانۂ حکومت مین جب اسلام مین فتنہ پیدا ہوا، اور بدامنی شروع ہوگئی تو انھون نے ایک

---

[1] صحیح بخاری باب ہبۃ الواحد للجماعۃ [2] خلاصہ تہذیب ص ۸۸ ۴ [3] مسند ج ۶ ص ۳۵۴ [4] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۴
[5] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۹ [6] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۷ [7] ایضاً

خنجر رکھا تھا، لوگوں نے پوچھا، اس کا کیا فائدہ ہے؟ بولیں اگر کوئی چور آئے گا تو اس سے اسکا پیٹ چاک کر دوں گی؟[1]

حضرت اسماءؓ کے تقدس کا عام چرچا تھا، لوگ ان سے دعا کراتے تھے، جب کوئی عورت بخار میں مبتلا ہوتی اور دعا کے لیے آتی تو اس کے سینہ پر پانی چھڑکتیں اور کہتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو[2] (حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ بخار آتشِ جہنم کی گرمی سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو)[3] گھر کا کوئی آدمی بیمار ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ (جس کو حضرت عائشہؓ نے وفات کے وقت ان کے سپرد کیا تھا) دھوتیں اور اس کا پانی پلاتی تھیں، اس سے بیمار کو شفا ہو جاتی تھی[4]۔

---

[1] ذیل طبری ج ۱۳ ص ۲۴۶۱ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۰ [3] ایضاً باب الحمی من فیح جہنم [4] مسند ج ۶ ص ۳۴۸

(۱۳)

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ

نام ونسب | فاطمہ نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، فاطمہ بنت قیس بن خالد اکبر بن وہب بن ثعلبہ ابن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر، والدہ کا نام امیمہ بنت ربیعہ تھا، اور بنی کنانہ سے تھیں،

نکاح | ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ سے نکاح ہوا،

اسلام | اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان لائین،

ہجرت | اور ہجرت کی،

عام حالات | سنہ ۱۰ھ مین حضرت علیؓ ایک لشکر لے کر یمن گئے تھے، ابو عمرو بھی ان کے ساتھ تھے، چلتے وقت عیاش بن ابی ربیعہ کی معرفت اپنی بیوی کو آخری طلاق (دو طلاق پہلے دے چکے تھے) اور ۵-۵ صاع جو اور خرمے بھیجے، حضرت فاطمہؓ نے کھانے اور مکان کا مطالبہ کیا تو عیاش نے کہا کہ جو کچھ دیا گیا محض احسان ہے، ورنہ ہمارے ذمہ یہ بھی ضروری نہین اس جواب پر فاطمہؓ کو غصہ آیا، اور اپنے کپڑے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گئین، خالد بن ولیدؓ وغیرہ بھی پہنچے، آپ نے دریافت کیا کہ انھون نے تم کو کے مرتبہ طلاق دی، بولین ۳ مرتبہ، فرمایا اب تم کو نفقہ نہین مل سکتا،[۱] تم ام شریک کے ہان عدت کے دن پورے

(۱) عدت کے اندر عورت کا کھانا کپڑا اسی مرد کے ذمہ ہے جس نے طلاق دی ہے، حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی اس روایت کے متعلق بڑی بحث ہے جس کے ذکر کا یہان موقع نہین ہے)

کرو" لیکن چونکہ ام شریکؓ کے اعزہ و اقارب ان کے مکان میں آتے جاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن مکتوم نابینا اور تمھارے ابن عم ہیں، اس لیے بہتر ہے کہ تم ان کے ہاں رہو" عدت کا زمانہ پورا ہوا تو ہر طرف سے پیغام آئے، امیر معاویہؓ، ابوجہم اور اسامہ بن زیدؓ نے بھی پیام دیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو شخصوں کا پیغام اس لیے مسترد کر دیا کہ اول الذکر مفلس اور دوسرے تند مزاج تھے، پھر فاطمہؓ سے فرمایا کہ تم اسامہؓ سے نکاح کر لو، چونکہ فاطمہؓ کو خیال تھا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمائیں گے، اس لیے انکار کیا، ارشاد ہوا "خدا اور رسول کی اطاعت کرو، اس میں تمھارے لیے بھلائی ہے" یہ سن کر فاطمہؓ مجبور ہوئیں، اور حضرت اسامہؓ سے نکاح کر لیا، کہتی ہیں کہ پھر میں قابل رشک بن گئی،[1]

۲۳ھ میں جب حضرت عمرؓ نے انتقال کیا تو مجلس شوریٰ کا اجلاس فاطمہؓ ہی کے مکان میں ہوتا تھا،[2]

۵۴ھ میں حضرت اسامہؓ نے انتقال فرمایا، فاطمہؓ کو سخت صدمہ ہوا، دوسری شادی نہیں کی، اور اپنے بھائی ضحاک کے ساتھ رہیں، جب یزید نے اپنے عہد حکومت میں ان کو عراق کا گورنر مقرر کیا، تو فاطمہؓ بھی ان کے ساتھ کوفہ چلی آئیں، اور یہیں سکونت اختیار کی،

وفات | وفات کا سال معلوم نہیں، حضرت ابن زبیرؓ کے زمانۂ خلافت تک زندہ تھیں،[3]

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵ و مسند ج ۶ ص ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۶

[2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸۶

حلیہ	خوبصورت تھیں، [1]
فضل وکمال	اسد الغابہ میں ہے،

لها عقل وکمال (ج ۵ - ص ۵۲۶) یعنی وہ نہایت عقیل اور صاحب کمال تھیں،

حضرت سعید بن زید کی صاحبزادی، عبد اللہ بن عمرو (بن عثمان) کو منسوب تھیں، انھوں نے ان کو تین طلاقیں دیں، فاطمہؓ ان کی خالہ ہوتی تھیں، کہلا بھیجا کہ میرے گھر چلی آؤ، مروان نے قبیصہ کو بھیجا کہ فاطمہؓ سے سبب دریافت کرو، قبیصہؓ نے آکر کہا کہ آپ ایک عورت کو ایام عدت گذرنے سے قبل کیوں گھر سے نکالتی ہیں، بولیں اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو یہی حکم دیا تھا، اس کے بعد اپنا واقعہ بیان کیا اور اس کی قرآن مجید سے تائید کی، قرآن مجید میں ہے،

اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (طلاق - ۱)	جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو عدت کے وقت تک طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور خدا سے ڈرو اور ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو، ورنہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کھلی ہوئی بے حیائی کی مرتکب ہوں،

یہ مراجعہ کی صورت تھی، اس کے بعد ہے،

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (طلاق - ۱)	پس جب میعاد کو پہنچ جائیں تو انکو اچھی طرح روکے رکھو یا اچھی طرح جدا کر دو،

اس بناپر تین مرتبہ کے بعد پھر کسی صورت کا احتمال نہیں ہے، اس کے بعد فرمایا کہ

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۶۴

چونکہ تمھارے نزدیک عورت جب تک حاملہ نہ ہو اس کا نفقہ نہ دینا چاہیے، اس لیے اس کو روک رکھنا بالکل بیکار ہے (جب مروان کو حضرت فاطمہؓ کی اس گفتگو کی اطلاع ہوئی تو کہا کہ یہ ایک عورت کی بات ہے اور ان مطلقہ خاتون کو حکم دیا کہ اپنے گھر واپس آئیں، چنانچہ وہ واپس آئیں اور وہیں عدت گذاری[1])۔

فاطمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جو متعدد اشخاص کے ذریعہ سے مروی ہیں، ان میں چند نام یہ ہیں،

قاسم بن محمد، ابوبکر بن ابوالجہم، ابوسلمہ، سعید بن مسیب، عروہ، عبداللہ بن عبداللہ، اسود، سلیمان بن یسار، عبداللہ البہی، محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان، شعبی، عبدالرحمن ابن عاصم التمیم،

اخلاق | عادات و اخلاق نہایت شریفانہ تھے، شعبی جو ان کے شاگرد تھے، ملنے کو آئے تو انھوں نے چھوہارے کھلائے اور ستو پلایا[2]،

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴ و ۵۸۴ و مسند ج ۶ ص ۴۱۵ و ۴۱۶ [2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸۵

(۳۴)

حضرت شفاءؓ بنت عبداللہ

نام ونسب شفاء نام، قبیلۂ قریش کے خاندان عدی سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، شفاء بنت عبداللہ بن عبد شمس بن خلف بن سداد بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی ابن کعب بن لوئی، والدہ کا نام فاطمہ بنت وہب بن عمرو بن عائذ بن عمر بن مخزوم تھا۔

نکاح ابوحشمہ بن حذیفہ عدوی سے نکاح ہوا،

اسلام ہجرت کے قبل مسلمان ہوئیں[۱]،

عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو بہت محبت تھی، آپ کبھی ان کے گھر تشریف لیجاتے تو آرام فرماتے تھے، انھوں نے آپ کے لیے علیحدہ ایک بچھونا اور ایک تہمد رکھ چھوڑی تھی، چونکہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ جذب ہوتا تھا، یہ بڑی متبرک چیزیں تھیں، حضرت شفاءؓ کے بعد ان کی اولاد نے ان تبرکات کو نہایت احتیاط سے محفوظ رکھا، لیکن مروان نے ان سے یہ سب چیزیں لے لیں[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک مکان بھی عنایت فرمایا تھا، اور وہ اپنے بیٹے کے ساتھ اسی میں سکونت پذیر تھیں[۳]،

---

[۱] اصابہ ج ۸ ص ۲۰ [۲] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۸۶ (اصابہ ج ۸ ص ۱۲۱) [۳] اصابہ ص ۱۲۱ بحوالہ ابن سعد

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کے ساتھ خاص رعایتیں کیں چنانچہ ابن سعد میں ہے،

کان عمر یقدمھا فی الرأی	حضرت عمرؓ ان کو رائے میں مقدم رکھتے،
ویرعاھا ویفضلھا وربما ولاھا	ان کی فضیلت کی رعایت کرتے اور
شیئاً من امر السوق[1]	ان کو بازار کا اہتمام سپرد کرتے تھے،

وفات | وفات کا سنہ معلوم نہیں،

اولاد | اولاد میں دو کا پتہ چلتا ہے، سلیمان، اور ایک لڑکی جو شرحبیل بن حسنہ کو منسوب تھی،

فضل و کمال | جاہلیت میں دو چیزوں میں مشہور تھیں، جھاڑ پھونک اور لکھنا، جھاڑ پھونک کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے استفسار کیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی، اور فرمایا تھا کہ حفصہؓ کو بھی سکھا دو، لکھنے کے متعلق بھی یہی ارشاد ہوا تھا[2]، چیونٹی کے کاٹے میں یہ منتر پڑھتی تھیں "بسم اللہ صلو صلب جبر تعوذا من افواھھا فلا تضر احدا اللھم اکشف الباس رب الناس[3]"

حضرت شفاءؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جن کی تعداد صاحب خلاصہ کے نزدیک (۱۲) ہے، راویوں میں ان کے بیٹے اور دو پوتے ابوبکر و عثمان اور ابو سلمہ حضرت حفصہؓ اور ابو اسحاق شامل ہیں،

اخلاق | اسد الغابہ میں ہے[4]،

کانت من عقلاء النساء وفضلائھن	یعنی وہ بڑی عاقلہ اور فاضلہ تھیں،

---

[1] اصابہ ص ۱۲۱ [2] مسند ج ۶ ص ۳۷۲ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۸۶ [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۸۶)

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ان کو بلا کر ایک چادر عنایت کی، اور عاتکہ بنت اسید کو ان سے بہتر چادر دی، تو یہ بولیں تمھارے ہاتھ غبار آلود ہون، ان کو مجھ سے بہتر چادر دی، حالانکہ مین ان سے پہلے مسلمان ہوئی، تمھاری بنت عم بھی ہون، اس کے علاوہ تم نے مجھ کو طلب کیا تھا، اور یہ خود چلی آئین، حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ مین تمھین عمدہ چادر دیتا لیکن جب یہ آگئین تو مجھے ان کی رعایت کرنی پڑی، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسباً قریب تر ہین۔[۱]

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۰ حالات عاتکہؓ

(۳۳)

حضرت زینبؓ بنت ابی معاویہؓ

نام ونسب زینب نام، رائطہ عرف، قبیلہ ثقیف سے تھیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، زینب بنت عبد اللہ ابی معاویہ بن معاویہ بن عتاب بن اسعد بن غاضرہ بن حطیط بن جشم ابن ثقیف۔

نکاح حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے نکاح ہوا، چونکہ ان کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا اور زینبؓ دستکار تھیں، اس لیے اپنے شوہر اور اولاد کی خود کفیل ہوئیں، ایک دن کہنے لگیں کہ تم نے اور تمہاری اولاد نے مجھ کو صدقہ وخیرات سے روک رکھا ہے، جو کچھ کماتی ہوں تم کو کھلا دیتی ہوں، بھلا اس میں میرا کیا فائدہ؟ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا تم اپنے فائدہ کی صورت نکال لو، مجھکو تمہارا نقصان منظور نہیں، حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور عرض کی کہ میں دستکار ہوں اور جو کچھ اس سے پیدا کرتی ہوں شوہر اور بال بچوں پر صرف ہو جاتا ہے، کیونکہ میرے شوہر کا کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے، اس بنا پر میں محتاجوں کو صدقہ نہیں دے سکتی۔ اس حالت میں کیا مجھکو کچھ ثواب ملتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں تم کو ان کی خبر گیری کرنا چاہیے۔[۱]

۱؎ صحیح مسلم

عام حالات حضرت زینبؓ کے حالات بہت کم معلوم ہیں، سال وفات کا بھی یہی حال ہے،

اولاد ابو عبیدہ جو اپنے زمانہ کے مشہور محدث گذرے ہیں، حضرت زینبؓ کے نورِ نظر تھے،

فضل وکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ سے چند حدیثیں روایت کیں، راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں، ابو عبیدہ، عمرو بن حارث بن ابی ضرار، بسر بن سعید، عبید بن سباق، کلثوم، محمد بن عمرو بن حارث،

اخلاق بارگاہ نبوت میں ان کو مخصوص درجہ حاصل تھا، اکثر آپ کے مکان میں آتی جاتی تھیں، ایک دن وہ آپ کے سر کے جوئیں دیکھ رہی تھیں، مہاجرین کی اور عورتیں بھی بیٹھی ہوئی تھیں، ایک مسئلہ پیش ہوا، تو انھوں نے اپنا کام چھوڑ کر بولنا شروع کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم آنکھ سے نہیں بولتی ہو، کام بھی کرو اور گفتگو بھی،[1]

[1] مسند ج ۶ ص ۳۶۳

(۳۴)

حضرت اسماءؓ بنت یزید

نام ونسب: اسماء نام، ام سلمہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، اسماء بنت یزید بن السکن بن رافع بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔

اسلام: ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں اور چند عورتوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لیے آئیں، آپ صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما تھے، انھوں نے عرض کی کہ "مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لیکر آئی ہوں، خدا نے آپ کو مرد و عورت سب کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، ہم نے آپ کی پیروی کی ہے، اور آپ پر ایمان لائے ہیں، لیکن ہماری حالت مردوں سے بالکل جداگانہ ہے، ہم پردہ نشین ہیں، اس لیے جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے، اور مرد جمعہ اور جماعت میں شریک ہوتے ہیں، مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، نماز جنازہ پڑھتے ہیں، حج کو جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد کرتے ہیں، لیکن ان تمام صورتوں میں ہم گھر میں بیٹھ کر ان کی اولاد کو پالتے ہیں، گھروں کی حفاظت کرتے ہیں، کپڑوں کے لیے چرخہ کاتتے ہیں، تو کیا اس صورت میں ہم کو بھی کچھ ثواب ملے گا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو صحابہ سے فرمایا کہ تم نے کسی عورت سے ایسی گفتگو بھی سنی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں، آپ نے اسماءؓ کو جواب دیا کہ عورت کے لیے شوہر کی رضا جوئی نہایت ضروری چیز ہے، اگر وہ فرائض زوجیت ادا کرتی

اور شوہر کی مرضی پر چلتی ہے تو مرد کو جس قدر ثواب ملتا ہے، عورت کو بھی اسی قدر ملتا ہے[1]،

جامع ترمذی، ابن سعد اور مسند ابن حنبل مین اس بیعت کا کسی قدر تذکرہ آیا ہے، مسند مین ہے کہ اس بیعت مین اسمارؓ کی خالہ بھی شریک تھین، جو سونے کے کنگن اور انگوٹھیان پہنے تھین، آپ نے فرمایا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ بولین نہین، فرمایا تو کیا تم کو یہ پسند ہے کہ خدا آگ کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنائے، حضرت اسمارؓ نے کہا خالہ ان کو اتار دو، چنانچہ فوراً تمام چیزین اتار کر پھینک دین، اسمارؓ نے کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، ہم زیور نہ پہنین گے تو شوہر بے وقعت سمجھے گا، ارشاد ہوا "تو پھر چاندی کے زیور بنوا ؤ اور ان پر زعفران مل لو، کہ سونے کی چمک پیدا ہو جائے" غرض ان باتون کے بعد جب بیعت کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی چند اقرار کرائے، حضرت اسمارؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ سے بیعت کرتے ہین، اپنا ہاتھ بڑھائیے، فرمایا مین عورتون سے مصافحہ نہین کرتا،

بعض روایتون مین یہ بھی ہے کہ کنگن کا واقعہ خود حضرت اسمارؓ کا تھا[2]،

عام حالات ۱ھ مین حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی اور وہ اپنے میکہ سے کاشانۂ نبوت مین آئین، تو جن عورتون نے ان کو سنوارا تھا، ان مین حضرت اسمارؓ بھی داخل تھین، حضرت عائشہؓ کو جلوے مین بٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی، آپ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے کسی نے دودھ پیش کیا تو تھوڑا سا پی کر حضرت عائشہؓ کو دیدیا، ان کو شرم معلوم ہوئی اور سر جھکا لیا، حضرت اسمارؓ نے ڈانٹا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دیتے ہین، لے لو، حضرت عائشہؓ نے دودھ لے کر کسی قدر پی لیا، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسمارؓ کو دیا، انھون نے پیالہ کو

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۸ و استیعاب ج ۲ ص ۷۲۶، [2] ان واقعات کے لیے دیکھو مسند ج ۶ ص ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۶، ۴۶۰،

گھٹنے پر رکھ کر گردش دینا شروع کیا کہ جس طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا تھا وہاں بھی منہ لگ جائے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور عورتوں کو بھی دو، لیکن سب نے جواب دیا کہ ہم کو اس وقت خواہش نہیں ہے، ارشاد ہوا "بھوک کے ساتھ جھوٹ بھی؟"[1]

۱۵ھ میں یرموک کا واقعہ پیش آیا، اس میں حضرت اسماءؓ نے اپنے خیمہ کی چوب سے ۹ رومیوں کو قتل کیا،[2]

وفات یرموک کے بعد مدت تک زندہ رہیں، اور پھر وفات پائی، وفات کا سال معلوم نہیں ہے،

فضل وکمال حضرت اسماءؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جن کے راوی اصحاب ذیل ہیں، محمود بن عمرو انصاری، مہاجر بن ابی مسلم، شہر بن حوشب، مجاہد، اسحاق بن راشد لیکن ان میں سب سے زیادہ شہر بن حوشب نے روایتیں کی ہیں،

اخلاق استیعاب میں ہے:

کانت من ذوات العقل والدین — یعنی وہ عقل اور دین دونوں سے متصف تھیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتی تھیں،[3] ایک مرتبہ ناقہ غضباء کی مہار تھامے تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، ان کا بیان ہے کہ وحی کا اتنا بار تھا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں اونٹنی کے ہاتھ پاؤں نہ ٹوٹ جائیں،[4]

حضرت اسماءؓ اکثر اوقات کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوتیں، ایک مرتبہ بیٹھی تھیں کہ آنحضرت

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۵۸ [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۳ [3] مسند ج ۶ ص ۴۵۹ [4] ایضاً ص ۴۵۵، ۴۵۸

صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا، گھر میں کہرام مچ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ واپس آئے تو وہی حالت قائم تھی، فرمایا کیوں روتی ہو؟ حضرت اسمأ نے کہا ہماری حالت یہ ہے کہ لونڈی آٹا گوندھنے بیٹھی ہے، ہم کو سخت بھوک ہوتی ہے وہ پکا کر فارغ نہیں ہوتی کہ ہم بھوک سے بیتاب ہو جاتے ہیں، پھر دجال کے زمانہ میں جو قحط پڑیگا اس پر کیونکر صبر کر سکیں گے (یعنی فوراً اس کے دام میں پھنس جائیں گے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن تسبیح اور تکبیر بھوک سے بچائے گی، پھر کہا رونے کی ضرورت نہیں، اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں خود سینہ سپر ہوں گا، ورنہ میرے بعد خدا ہر مسلمان کی حفاظت کرے گا،[1]

مہمان نواز تھیں (ایک بار حضرت) شہرؓ بن حوشب آئے تو (انھوں نے) ان کے سامنے کھانا رکھا (حضرت شہرؓ بن حوشب نے) انکار کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بیان کیا جس سے یہ اشارہ مقصود تھا کہ انکار مناسب نہیں ہے، انھوں نے کہا اب دوبارہ ایسی غلطی نہ کروں گا[2]

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۵۳ و ۴۵۴ [2] ایضاً ص ۴۵۸،

(۳۵)

حضرت امّ الدّرداءؓ

نام ونسب ام الدرداء، دو تھین، اور دونون حضرت ابو درداؓ کے عقد نکاح مین آئین لیکن جو بڑی تھین وہ صحابیہ ہین، امام احمد بن جنبل اور یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق انکا نام خیرہ تھا، اور ابو حدرد اسلمی کی صاحبزادی تھین،

وفات حضرت ابو درداؓ سے دو سال قبل شام مین وفات پائی، یہ خلافت عثمانی کا زمانہ تھا،

فضل وکمال حافظ ابن عبد البر لکھتے ہین،

کانت من فضلی النساء وعقلا تھن	وہ بڑی عاقلہ، ور فاضلہ اور صاحب
وذوات الرای فیھن[1]	الرائے تھین،

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو درداؓ سے چند حدیثین روایت کی ہین، ان کے شاگرد میمون بن مہران ہین، جن کی سماعت پر جمہور کا اتفاق ہے، حافظ ابن عبد البر نے بعض اور راویوں کے نام بھی لکھے ہین لیکن یہ سخت غلطی ہی، کیونکہ ان مین سے کسی نے ام الدرداؓ کا زمانہ نہین پایا،

اخلاق نہایت عابدہ اور زاہدہ تھین،[2]

(۱؎ اصابہ ج ۸ ص ۸۱) ۲؎ ایضاً.

(۳۶)

حضرت ام حکیمؓ

نام ونسب قریش کے خاندان مخزوم سے تھین، باپ کا نام حارث بن ہشام بن المغیرہ اور ماں کا فاطمہ بنت الولید تھا، فاطمہ حضرت خالدؓ بن الولید کی ہمشیر تھین،

نکاح عکرمہ بن ابوجہل سے (جو ان کے ابن عم تھے) شادی ہوئی۔

عام حالات غزوۂ احد میں کفار کے ساتھ شریک تھین لیکن جب سنہ ۸ھ مین مکہ فتح ہوا تو پھر اسلام سے چارہ نہ تھا، ان کا خسر (ابوجہل) مکہ مین اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور کفر کا سرغنہ رہ چکا تھا، شوہر (عکرمہ) کی رگوں مین بھی اسی کا خون دوڑتا تھا، ماموں (خالد) بھی مدت سے اسلام سے برسرپیکار رہ چکے تھے لیکن باایںہمہ ام حکیمؓ نے اپنی فطری سلامت روی کی بناپر فتح مکہ مین اسلام قبول کرنے مین بہت عجلت کی، ان کے شوہر جان بچاکر یمن بھاگ گئے تھے، ام حکیمؓ نے ان کے لیے امن کی درخواست کی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامنِ عفو نہایت کشادہ تھا، غرض یمن جاکر ان کو واپس لائین، اور عکرمہ نے صدق دل سے اسلام قبول کیا، حضرت عکرمہؓ نے مسلمان ہوکر اپنے تمام گناہون کا کفارہ ادا کیا، نہایت جوش غزوات مین شرکت کی اور بڑی پامردی اور جانبازی سے لڑے، حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت مین رومیون سے جنگ چھڑی حضرت عکرمہؓ ام حکیمؓ کو لیکر شام گئے اور اجنادین کے معرکہ مین داد شجاعت دیکر شہادت حاصل کی حضرت ام حکیمؓ نے عدت کے بعد خالدؓ بن سعید بن العاص سے نکاح کیا، ۴۰۰ دینار مہر بندھا اور رسم عروسی

ادا کرنے کی تیاریاں ہوئیں، چونکہ نکاح مرج الصفر میں ہوا تھا جو دمشق کے قریب ہے اور
ہر وقت رومیوں کے حملہ کا اندیشہ تھا، حضرت ام حکیمؓ نے خالدؓ سے کہا کہ ابھی توقف کرو"
لیکن خالدؓ نے کہا کہ مجھے اسی معرکہ مین اپنی شہادت کا یقین ہے، غرض ایک پل کے پاس
جو اب قنطرہ ام حکیم کہلاتا ہے، رسم عروسی ادا ہوئی، دعوت ولیمہ سے لوگ فارغ نہین ہوئے
تھے کہ رومی آپہنچے، اور لڑائی شروع ہوگئی، خالد میدان جنگ میں گئے اور شہادت حاصل
کی حضرت ام حکیمؓ اگرچہ عروس تھین، تاہم اٹھین، کپڑون کو باندھا اور خیمہ کی چوب اکھاڑکر
کفار پر حملہ کیا، لوگون کا بیان ہے کہ انھون نے اس چوب سے، کافرون کو قتل کیا تھا،[1]

وفات | حضرت ام حکیمؓ کی وفات کا زمانہ معلوم نہین، اولاد کا بھی یہی حال ہے،

(1 اصابہ ج ۸ ص ۲۲۵)

(۳۷)

حضرت خنساءؓ

نام ونسب | تماضر نام، خنسا لقب، قبیلہ قیس کے خاندان سلیم سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، خنساء بنت عمرو بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیۃ بن خفاف بن امراء القیس بن بہثہ ابن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر، نجد کی رہنے والی تھیں،

نکاح | پہلا نکاح قبیلۂ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبد العزیٰ سے ہوا، اس کے انتقال کے بعد مرداس بن ابو عامر کے عقدِ نکاح میں آئیں[1]

اسلام | پیری کا زمانہ تھا کہ مکہ کے افق سے ماہتابِ رسالت طلوع ہوا، حضرت خنساءؓ کو خبر ہوئی تو اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ میں آئیں، اور مشرف باسلام ہوئیں، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دیر تک ان کے اشعار سنتے اور تعجب کرتے رہے، یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے،[2]

عام حالات | حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں جب قادسیہ (عراق) میں جنگ ہوئی تو حضرت خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کو لیکر میدان میں آئیں، اور ان کو مخاطب کرکے یہ نصیحت کی، پیارے بیٹو! تم نے اسلام اور ہجرت اپنی مرضی سے اختیار کی ہے، ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے، اور نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا، باوجود اس کے تم اپنی بوڑھی ماں

---

[1] طبقات الشعراء لابن قتیبہ ص ۱۹۷ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۱)

کو یہاں لائے اور فارس کے آگے ڈال دیا، خدا کی قسم! تم ایک ماں اور باپ کی اولاد ہو، میں نے نہ تمھارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمھارے ماموں کو رسوا کیا، تم جانتے ہو کہ دنیا فانی ہے، اور کفار سے جہاد کرنے میں بڑا ثواب ہے، خداوند تعالیٰ فرماتا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا، اس بنا پر صبح اٹھ کر لڑنے کی تیاری کرو اور آخر وقت تک لڑو۔" چنانچہ بیٹوں نے ایک ساتھ باگیں اٹھائیں، اور نہایت جوش میں رجز پڑھتے ہوئے بڑھے۔ اور شہید ہوئے حضرت خنساءؓ کو خبر ہوئی تو خدا کا شکر ادا کیا،

حضرت عمرؓ ان کے لڑکوں کو ۲۰۰ درہم سالانہ وظیفہ عطا کرتے تھے، ان کی شہادت کے بعد یہ رقم حضرت خنساءؓ کو ملتی رہی؛[2]

وفات اس واقعہ کے دس برس کے بعد حضرت خنساءؓ نے وفات پائی، سالِ وفات ۲۴ھ ہے،

اولاد چار لڑکے تھے جو قادسیہ میں شہید ہوئے، ان کے نام یہ ہیں، عبد اللہ ابو شجرہ (پہلے شوہر سے تھے) زید، معاویہ (دوسرے شوہر سے)

فضل و کمال اقسامِ سخن میں سے مرثیہ میں حضرت خنساءؓ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں؛[3]

اجمع اھل العلم بالشعر انہ	یعنی ناقدانِ سخن کا فیصلہ ہے کہ
لم تکن امرءۃ قبلھا ولا بعدھا	خنساءؓ کے برابر کوئی عورت شاعر
اشعر منھا	نہیں پیدا ہوئی

لیلائے اخیلیہ کو شعراء نے تمام شاعر عورتوں کا سرتاج تسلیم کیا ہے، تاہم اس میں بھی

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۲ [2] ایضاً [3] ایضاً ص ۴۴۱

حضرت خنساؓ منتشی رکھی گئی ہیں، بازار عکاظ میں جو شعرائے عرب کا سب سے بڑا مرکز تھا، حضرت خنساؓ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کے خیمے کے دروازہ پر ایک علم نصب ہوتا تھا، جس پر یہ الفاظ لکھے تھے، ارثی العرب یعنی عرب میں سب سے بڑی مرثیہ گو، نابغہ جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا شاعر تھا، اس کو حضرت خنساؓ نے اپنا کلام سنایا تو بولا کہ اگر میں ابو بصیر (اعشیٰ) کا کلام نہ سن لیتا تو تجھ کو تمام عالم میں سب سے بڑا شاعر تسلیم کرتا۔[۲]

حضرت خنساؓ ابتدا ًایک دو شعر کہتی تھیں، لیکن صخر کے مرنے سے ان کو جو صدمہ پہنچا اس نے ان کی طبیعت میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا، چنانچہ کثرت سے مرثیے لکھے ہیں، یہ شعر خاص طور پر مشہور ہے،

وان صخراً لتأتم الهداة به کأنه علمٌ فی راسه نار

صخر کی بڑے بڑے لوگ اقتدا کرتے ہیں گویا وہ ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے

حضرت خنساؓ کا دیوان بہت ضخیم ہے، ۱۸۸۸ء میں بیروت میں مع شرح کے چھاپا گیا ہے، اس میں حضرت خنساؓ کے ساتھ ۶۰ عورتوں کے اور بھی مرثیے شامل ہیں، ۱۸۸۹ء میں اس کا فرنچ زبان میں ترجمہ ہوا، اور دوبارہ طبع کیا گیا،

---

[۱] طبقات الشعراء ص ۲۷۱ [۲] ایضاً ص ۱۹۰

(۳۸)

حضرت ام حرامؓ

| نام ونسب | نام معلوم نہین، ام حرام کینیت تھی، قبیلۂ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھین،

سلسلۂ نسب یہ ہے، ام حرام بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، والدہ کا نام ملیکہ تھا جو مالک بن عدی بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی دختر تھین، اس بنا پر ام حرام حضرت ام سلیمؓ کی بہن اور حضرت انسؓ کی خالہ ہوتی ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کا یہی رشتہ تھا،

| نکاح | عمرو بن قیس انصاریؓ سے نکاح ہوا[1] لیکن جب انھون نے احد مین شہادت پائی تو حضرت عبادۃؓ بن صامت کے عقد نکاح مین آئین، جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے،

| عام حالات اور وفات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی قبا کی طرف تشریف لیجاتے تو حضرت ام حرامؓ کے گھر آتے اور کھانا نوش فرماتے تھے[2]، حجۃ الوداع کے بعد ایک روز آپ تشریف لائے اور کھانا کھا کر آرام فرمایا تو حضرت ام حرامؓ نے جوین دیکھنا شروع کیا، آپ کو نیند آگئی، لیکن تھوڑی دیر کے بعد مسکراتے ہوئے اٹھے اور فرمایا مین نے ایک خواب دیکھا ہے، اور وہ یہ کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر مین غزوہ کے ارادہ سے سوار ہین، حضرت ام حرامؓ نے کہا "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا کیجیے کہ مین بھی ان مین شامل ہون" آپ نے

---

[1] تہذیب ج ۱۲ ص ۴۶۲ [2] (زرقانی ج ۳ ص ۹۶ و اصابہ ج ۸ ص ۲۲۲ و ۲۲۳

دعا کی اور پھر آرام فرمایا، کچھ دیر کے بعد پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور اسی خواب کا اعادہ کیا حضرت ام حرام نے پھر اپنی شرکت کے لیے دعا کی درخواست کی، فرمایا تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو، اس خواب کی تعبیر ۲۸ھ میں پوری ہوئی،

حضرت امیر معاویہؓ حضرت عمرؓ کی طرف سے شام کے حاکم تھے، انھوں نے متعدد بار جزائر پر حملہ کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں دی، حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں انھوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اجازت ملی، انھوں نے جزیرۂ قبرس (سائپرس) پر حملہ کرنے کے لیے ایک بیڑا تیار کیا، اس حملہ میں بہت سے صحابہ شریک تھے، حضرت ابوذر، حضرت ابو درداءؓ، حضرت عبادہؓ بن صامت، حضرت ام حرامؓ بھی ان ہی میں داخل تھیں[1]، بیڑا حمص[2] کے ساحل سے روانہ ہوا، اور قبرس فتح ہوگیا، واپسی میں حضرت ام حرامؓ سواری پر چڑھ رہی تھیں کہ نیچے گریں اور جان بحق تسلیم ہوئیں، لوگوں نے وہیں ان کو دفن کر دیا[3]،

اولاد | حضرت ام حرامؓ سے ۳ لڑکے پیدا ہوئے، پہلے شوہر سے قیس اور عبداللہ اور حضرت عبادہؓ سے محمد،

فضل وکمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کیں، راویوں میں حضرت عبادہؓ، حضرت انسؓ، عمرو بن اسود، عطاء بن یسار اور یعلیٰ بن شداد بن اوس ہیں،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۷۵ [2] زرقانی ج ۷ ص ۷۱ [3] صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۹

(۳۹)

حضرت ام ورقہ بنت عبداللہؓ

نام و نسب نام معلوم نہین، ام ورقہ کنیت اور انصار کے کسی قبیلہ سے تھین، سلسلہ نسب یہ ہے
ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئین،

غزوات غزوۂ بدر پیش آیا تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرکت کی اجازت مانگی کہ مریضون کی تیمارداری کرون گی، ممکن ہے کہ اس سلسلہ مین شہادت نصیب ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم گھر مین رہو خدا تم کو وہین شہادت عطا فرمائے گا"؛

شہادت چونکہ قرآن پڑھی ہوئی تھین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عورتوں کا امام بنایا تھا، اس لیے درخواست کی کہ ایک موذن بھی مقرر فرمایئے چنانچہ موذن اذان دیتا اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں[1]، راتوں کو قرآن پڑھا کرتین، انھون نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو مدبر بنایا یعنی اس شرط پر آزادی کا وعدہ کیا تھا کہ میرے بعد تم آزاد ہو، ان بدبختوں نے اس وعدے سے (ناجائز) فائدہ اٹھانا چاہا، اور رات کو ایک چادر ڈال کر ان کا کام تمام کر دیا، یہ خلافت فاروقی کا واقعہ ہے، صبح کو حضرت عمرؓ نے لوگون سے پوچھا، آج خالہ کے پڑھنے

[1] عورتون امامت کے متعلق دیباچہ کے صفحہ ۶ پر ایک نوٹ ہے وہ ملاحظہ ہو۔

کی آواز نہیں آئی معلوم نہین کیسی ہین؟ مکان مین گئے تو دیکھا کہ ایک چادر مین لپٹی پڑی
ہوئی ہیں، نہایت افسوس ہوا اور فرمایا خدا اور رسول نے سچ کہا تھا، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "شہیدہ کے گھر چلو"، اس کے بعد منبر پر چڑھے اور کہا غلام اور
لونڈی دونون گرفتار کیے جائین، چنانچہ وہ گرفتار ہوکر آئے، تو حضرت عمرؓ نے ان کو
سولی پر لٹکا دیا، (یہ دونون وہ پہلے مجرم ہین) جنکو مدینہ منورہ مین سولی دی گئی،[1]

[1] اصابہ ج ۸ ص ۲۸۹

(۴۰)

حضرت ہند

نام ونسب ہند نام، قبیلۂ قریش سے تھین، سلسلۂ نسب یہ ہے، ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ابن عبد مناف، ہند کا باپ قریش کا سب سے معزز رئیس تھا،

نکاح فاکہ بن مغیرہ مخزومی سے نکاح ہوا لیکن پھر کسی وجہ سے جھگڑا ہو گیا تو ابو سفیان ابن حرب کے عقد مین آئین جو قبیلۂ امیہ کے مشہور سردار تھے،

عام حالات عتبہ، ابو سفیان اور ہند تینون کو اسلام سے سخت عداوت تھی، اور وہ اسلام کی غیر معمولی ترقی کو نہایت رشک سے دیکھتے تھے، اور حتی الامکان اس کی راہ مین رکاوٹ پیدا کرتے تھے، ابو جہل ان سب کا سردار تھا لیکن جب بدر کے معرکہ مین جو اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ تھا، قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ابو جہل اور عتبہ وغیرہ بھی قتل ہو گئے تو ابو سفیان بن حرب نے جو عتبہ کے داماد تھے، اس کی جگہ لی اور ابو جہل کی طرح مکہ مین انکی سیادت مسلّم ہو گئی چنانچہ بدر کے بعد سے جس قدر معرکے پیش آئے ابو سفیانؓ سب مین پیش پیش تھے، غزوۂ احد ان ہی کے جوشِ انتقام کا نتیجہ تھا، اس موقع پر ان کے ساتھ انکی بیوی ہند بھی آئی تھین جنھون نے اپنے باپ کے انتقام مین سنگ دلی اور خونخواری کا ایسا خوفناک منظر پیش کیا جس کے تخیل سے بھی جسم لرز اٹھتا ہے، حضرت حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، انھون نے عتبہ کو قتل کیا تھا، ہند ان کی فکر مین تھین، چنانچہ انھون نے وحشی کو

جو جبیر بن مطعم کے غلام اور حربہ اندازی مین کمال رکھتے تھے، حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا تھا، (یہ حضرت وحشیؓ کے قبل از اسلام کا واقعہ ہے) اور یہ اقرار ہوا کہ اس کارگذاری کے صلہ میں وہ آزاد کر دیے جائین گے، چنانچہ حضرت حمزہؓ جب ان کے برابر آئے تو وحشی نے حربہ پھینک کر مارا جو ناف مین لگا اور پار ہو گیا، حضرت حمزہؓ نے ان پر حملہ کرنا چاہا لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی،

خاتونانِ قریش نے انتقام بدر کے جوش مین مسلمانون کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا تھا ان کے ناک کان کاٹ لیے، ہند نے ان پھولون کا ہار بنایا، اور اپنے گلے مین ڈالا، حضرت حمزہؓ کی لاش پر گئین، اور ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئین، لیکن گلے سے اتر نہ سکا، اس لیے اُگل دینا پڑا (حضرت ابوسفیانؓ اور ہند کے یہ سب واقعات اسلام قبول کرنے سے پہلے کے ہین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فعل سے جس قدر صدمہ ہوا تھا، اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے، لیکن ایک اور چیز تھی جو ایسے نازک موقعون پر بھی جبین رحمت کو شکن آلود نہین ہونے دیتی تھی،

اسلام | چنانچہ جب مکہ فتح ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون سے بیعت لینے کے لیے بیٹھے تو مستورات مین ہند بھی آئین، شریف عورتین عموماً نقاب پہنتی تھین، ہندؓ بھی نقاب پہنکر آئین، جس سے اس وقت یہ غرض بھی تھی کہ کوئی ان کو پہچاننے نہ پائے، بیعت کے وقت انھون نے نہایت دلیری سے باتین کین، جو حسب ذیل ہین،

ہند - یا رسول اللہ! آپ ہم سے کن باتون کا اقرار لیتے ہین،

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) - خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا،

ہند - یہ اقرار آپنے مردون سے تو نہین لیا، لیکن بہرحال ہم کو منظور ہے،

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چوری نہ کرنا،
ہند - میں اپنے شوہر کے مال میں سے کبھی کچھ لے لیا کرتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) - اولاد کو قتل نہ کرنا،
ہند - ربیناھم صغارا وقتلتھم کبارا فانت وھم اعلم، ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا
بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ نے ان کو مار ڈالا، اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں،
(اس دیدہ دلیری کے باوجود) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند سے درگذر فرمایا،
(ہند کے قلب پر اس کا بہت اثر ہوا) اور ان کے دل نے اندر سے گواہی دی کہ آپ سچے پیغمبر
ہیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اس سے پہلے آپ کے خیمہ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی
مبغوض خیمہ نہ تھا لیکن اب آپ کے خیمہ سے زیادہ کوئی محبوب خیمہ میرے نزدیک نہیں ہے،[1]
حضرت ہند مسلمان ہو کر گھر گئیں تو اب وہ ہند نہ تھیں، ابن سعد نے لکھا ہے کہ انھوں
نے گھر جا کر بت توڑ ڈالا اور کہا کہ ہم تیری طرف سے دھوکے میں تھے،[2]
(اسد الغابہ میں ان کے حسن اسلام کے متعلق لکھا ہے کہ اسلمت یوم الفتح و حسن
اسلامھا)[3]

غزوات فتح مکہ کے بعد اگرچہ اسلام کو علانیہ غلبہ حاصل ہو گیا تھا، اور اس لیے عورتوں کو
غزوات میں شریک ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی، تاہم جب حضرت عمرؓ کے عہد میں
روم و فارس کی مہم پیش آئی تو بعض مقامات میں اس شدت کا رن پڑا کہ مردوں کے ساتھ ساتھ
عورتوں کو بھی تیغ و خنجر سے کام لینا پڑا، چنانچہ شام کی لڑائیوں میں جنگ یرموک ایک یادگار
جنگ تھی، اس میں حضرت ہند اور ان کے شوہر حضرت ابو سفیانؓ دونوں نے شرکت کی

[1] صحیح بخاری [2] اصابہ ج ۸ ص ۲۰۶ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۶۲

اور فوج مین رومیون کے مقابلہ کا جوش پیدا کیا،

وفات | حضرت ہندؓ نے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین انتقال کیا، اسی دن حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ نے بھی وفات پائی تھی، ابن سعد کی روایت ہے کہ ان کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانہ مین نہین بلکہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین ہوئی، کتاب الامثال سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ اس مین مذکور ہے کہ جب حضرت ابو سفیانؓ نے وفات پائی (ابو سفیانؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت مین وفات پائی ہے) توکسی نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ مجھ سے ہندؓ کا نکاح کردو، انھون نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ اب ان کو نکاح کرنے کی ضرورت نہین[1]،

اولاد | اولاد مین حضرت امیر معاویہؓ زیادہ مشہور ہین،

اخلاق | حضرت ہندؓ مین وہ تمام اوصاف موجود تھے جو ایک عرب عورت کے مایۂ الامتیاز ہو سکتے ہین، صاحب اسد الغابہ نے لکھا ہے،

کانت امرأة لها انفة وراًی وعقل[2] | ان مین عزت نفس، غیرت، رائے وتدبیر اور دانشمندی پائی جاتی تھی،

فیاض تھیں، حضرت ابو سفیانؓ ان کو ان کے حوصلہ کے مطابق خرچ نہیں دیتے تھے، اسلام لانے کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عہد لیا کہ چوری نہ کرین تو انھون نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو سفیانؓ مجھے پورا خرچ نہیں دیتے، اگر ان سے چھپا کر لون تو جائز ہے؟ آپ نے اجازت دی[3]،

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۲۰۶ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۶۲ [3] صحیح بخاری،

(۴۱)

حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ

نام و نسب اور اسلام ام کلثوم کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ابن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، والدہ کا نام اروی بنت کریز تھا، اس بنا پر حضرت عثمانؓ اور حضرت ام کلثومؓ اخیافی بھائی بہن ہیں، ام کلثومؓ کا باپ عقبہ بن ابی معیط قبیلۂ امیہ کا ایک ممتاز شخص تھا، اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی لیکن خدا کی قدرت دیکھو! اس نے اسی ظلمتکدہ میں ایمان کا چراغ روشن کیا یعنی اس کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ مشرف بہ اسلام ہوئیں،

ہجرت سنہ ۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ام کلثومؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، خزاعہ کے ایک شخص کے ہمراہ مکہ سے پاپیادہ روانہ ہوئیں، چونکہ بھاگ کر نکلی تھیں، اس لیے انکے بھائی پیچھے سے آئے، مدینہ پہنچیں تو دوسرے دن وہ بھی پہنچ گئے، حضرت ام کلثومؓ نے فریاد کی کہ مجھ کو اپنے ایمان کا خوف ہے، میں عورت ہوں اور عورتیں کمزور ہوتی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ میں یہ شرط کی تھی کہ قریش کا کوئی آدمی مدینہ آئے گا، تو واپس کر دیا جائے گا، اس لیے آپ کو فکر ہوئی لیکن چونکہ اس میں عورتیں داخل نہ تھیں، اس لیے ان کے متعلق خاص یہ آیت اتری،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ — مسلمانو! جب تمھارے پاس مسلمان عورتیں

المومنات مهاجرات فامتحنوهن — ہجرت کرکے آئین تو انکو جانچ لو، خدا ان کے
الله اعلم بایمانهن فان علمتموهن — ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے، اب اگر تمکو معلوم
مومنات فلا ترجعوهن الی الکفار — ہو کہ وہ مسلمان ہین تو انکو کافرون کے پاس واپس نہ بھیجو،

اور آپ نے اس کے مطابق حضرت ام کلثومؓ کو واپس کرنے سے انکار کر دیا،

نکاح | حضرت ام کلثومؓ اب تک کنواری تھین، اس لیے حضرت زید بن حارثہؓ سے کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، ان کا نکاح کیا گیا لیکن جب زیدؓ نے غزوۂ موتہ مین شہادت پائی تو حضرت زبیرؓ بن العوام کے عقد نکاح مین آئین، لیکن انھون نے طلاق دیدی، اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے نکاح ہوا، ان کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ سے نکاح پڑھایا، اور یہ آخری نکاح تھا،

وفات | ایک مہینہ کے بعد وفات پائی، اس زمانہ مین حضرت عمروؓ والی مصر تھے،

اولاد | حضرت ام کلثومؓ کے حضرت زیدؓ اور حضرت عمروؓ بن عاص سے کوئی اولاد نہین پیدا ہوئی، لیکن حضرت زبیرؓ سے زینب اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے ابراہیم، حمید، محمد اور اسمعیل پیدا ہوئے،

فضل وکمال | حمید اور ابراہیم نے ان سے کچھ حدیثین روایت کی ہین،

---

(۴۳)

حضرت زینبؓ بنت ابی سلمہ

نام ونسب زینب نام، قبیلہ مخزوم سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، زینب بنت ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن عمرو بن مخزوم، حبشہ میں حضرت ام سلمہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں اور ان ہی کے ساتھ کچھ زمانہ کے بعد مدینہ کو ہجرت کی، حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ نے دودھ پلایا،[1] پہلے برہ نام تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب نام رکھا،[2]

عام حالات ۴ھ میں ابو سلمہؓ نے وفات پائی، تو حضرت ام سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں، اس وقت زینبؓ شیر خوار تھیں، والدہ ماجدہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش تربیت میں آئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی، پیروں چلنے لگیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں، آپ غسل فرماتے تو ان کے منہ پر پانی چھڑکتے تھے، لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی یہ برکت تھی کہ بڑھاپے تک ان کے چہرے پر شباب کا آب و رنگ باقی رہا،

حضرت عبداللہؓ بن زمعہ بن اسود اسدی سے شادی ہوئی، دو لڑکے پیدا ہوئے، جن میں ایک کا نام ابو عبیدہ تھا، ۶۳ھ میں حرہ کی لڑائی میں دونوں کام آئے، اور حضرت[3] زینبؓ کے سامنے ان کی لاشیں لاکر رکھی گئیں، انھوں نے اناللہ پڑھا، اور کہا کہ مجھ پر بہت

[1] اصابہ ج ۸ ص ۹۶ بحوالہ ابن سعد [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۱ باب استحباب تغییر الاسم القبیح الی حسن)

بڑی مصیبت پڑی، ایک تو میدان میں لڑ کر قتل ہوا لیکن دوسرا تو خانہ نشین تھا، لوگوں نے اس کو گھر میں گھس کر مارا[1]،

| وفات | بیٹوں کے قتل ہونے کے بعد ایک زندہ رہیں، اور ۷۳ھ میں انتقال فرمایا، یہ طارق

کی حکومت کا زمانہ تھا، حضرت ابن عمرؓ جنازہ میں تشریف لائے،

| فضل وکمال | حضرت زینبؓ فضل وکمال میں شہرۂ آفاق تھیں، اور اس وصف میں کوئی

عورت ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی، اسد الغابہ میں ہے،

كانت من افقه نساء زمانها[2] وہ اپنے عصر کی فقیہ بیوی تھیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ حدیثیں روایت کیں، آپ کے علاوہ حضرت ام سلمہؓ حضرت عائشہؓ، حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت زینبؓ بنت جحش سے بھی چند حدیثیں سنیں، جن لوگوں نے ان سے یہ حدیث روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں،

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ، محمد بن عطاء، عراک بن مالک، حمید ابن نافع، عروہ، ابو سلمہ، کلیب بن وائل، ابو قلابہ جرمی،

---

[1] تہذیب جلد ۲ ص ۴۲۶م [2] اسد الغابہ جلد ۵ ص ۴۶۹

حضرت ام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب	امیمہ نام تھا، باپ کا نام صبیح یا صفیح بن الحارث تھا۔
اسلام	اگرچہ حضرت ابوہریرہؓ جو ان کے صاحبزادے تھے، مسلمان ہو چکے تھے، تاہم وہ

مشرک تھیں، ایک روز انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، تو حضرت ابوہریرہؓ کو سخت ناگوار ہوا، روتے ہوئے خدمت اقدس میں پہنچے اور کہا "حضور! اب میری ماں کے مسلمان ہونے کے لیے دعا فرمایئے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، ادھر ان کی حالت میں دفعۃً انقلاب پیدا ہو گیا، غسل کر کے کپڑے بدلے اور حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے کلمہ پڑھا، حضرت ابوہریرہؓ فرط مسرت سے آبدیدہ ہو گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا شکر ادا کیا۔[1]

وفات	وفات کی تاریخ معلوم نہیں۔
اولاد	اولاد میں حضرت ابوہریرہؓ زیادہ مشہور ہیں۔

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۷ (باب فضائل ابی ہریرہؓ)

(۴۴)

حضرت خولہؓ بنت حکیم

نام ونسب خولہ نام، ام شریک کنیت، قبیلۂ سلیم سے تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہوتی ہین،[1] نسب نامہ یہ ہے، خولہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن الاوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم،

نکاح حضرت عثمانؓ بن مظعون سے جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے، نکاح ہوا،

عام حالات مسلمان ہوکر مدینہ کو ہجرت کی، سنہ ۲ھ مین غزوۂ بدر کے بعد حضرت عثمانؓ بن مظعون نے وفات پائی تو حضرت خولہؓ نے دوسرا نکاح نہین کیا، اکثر پریشان رہتی تھین، صحیح بخاری مین روایت آئی ہے کہ انھون نے اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش کیا تھا،[2]

فضل وکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۵ حدیثین روایت کین، راویان حدیث مین حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص، سعید بن مسیب، بشر بن سعید، عروہ اور ربیع بن مالک داخل ہین،

اخلاق اسد الغابہ مین ہے کانت امرأۃ صالحۃ "وہ ایک نیک بی بی تھین" مسند مین ہے تصوم النہار وتقوم اللیل "یعنی دن کو روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی تھین"

ابتداءً زیور کا بڑا شوق تھا، چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر طائف فتح ہو تو آپ مجھکو فلان عورت کا زیور دیدیجیئے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر خدا اسکی اجازت نہ دے تو پھر مین کیا کرسکتا ہون،[3]

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۰۹ [2] بخاری ج ۲ ص ۷۶۶ (باب ہل للمرأۃ ان تہب نفسہا لاحد) (تہذیب ج ۲ ص ۴۱۵
[3] اصابہ ج ۸ ص ۷۰

(۴۵)

حضرت حمنہ بنت جحشؓ

نام ونسب حمنہ نام، حضرت زینبؓ کی ہمشیر ہین، سلسلۂ نسب اوپر گذرچکا ہے،

نکاح حضرت مصعبؓ بن عمیر سے نکاح ہوا،

اسلام اور ان ہی کے ساتھ دائرۂ اسلام مین داخل ہوئین،

عام حالات مدینہ کی ہجرت کا شرف حاصل کیا، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کی عورتوں سے بیعت لی تو اس مین یہ بھی شامل ہوئین، مسند ابن حنبل اور ابن سعد وغیرہ مین اکثر عورتون کے تذکرہ مین لکھا ہے کہ کانت من المبایعات، اس سے یہی بیعت مراد ہے، چنانچہ حضرت اسماء بنت یزیدؓ کے حالات مین ہم اس کا ذکر کر آئے ہین،

غزوات مین سے احد مین نہایت نمایان شرکت کی، وہ پانی پلاتین اور زخمیون کا علاج کرتی تھین، ان کے علاوہ اور عورتین بھی یہ خدمت انجام دے رہی تھین، چنانچہ رفیدہؓ اور ام کبشہؓ وغیرہ کی نسبت بھی اسی قسم کی تصریحات موجود ہین،

اس واقعہ مین حضرت حمنہؓ کے شوہر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے شہادت پائی، جن کے بعد انھون نے حضرت طلحہؓ سے کہ عشرہ بشرہ مین تھے، نکاح کیا،

افک کے واقعہ مین منافقین کے ساتھ غلطی سے جو مسلمان شریک ہوگئے تھے ان مین حضرت حسانؓ اور حضرت مسطحؓ کے ساتھ حضرت حمنہؓ بھی تھین، چنانچہ صحیح بخاری مین

حضرت عائشہ رضؓ سے منقول ہے،[1]

وطفقت اختہا حمنۃ تحارب	یعنی حضرت زینبؓ کی بہن حمنہ برابر میرے
لہا فہلکت فیمن ہلک من اصحاب	خلاف رہین، یہانتک کہ اور اصحاب افک
الافک	کی طرح برباد ہوئیں،

فتح الباری مین ہے کہ حضرت حمنہؓ کے شریک ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرون سے گرا کر حضرت زینبؓ (اپنی بہن) کو بلند کرین[2] لیکن تعجب ہے کہ خود حضرت زینبؓ نے اس موقع سے فائدہ نہین اٹھایا، چنانچہ اس کا تذکرہ ان کے حالات مین آچکا ہے،

وفات وفات کا سنہ صحیح طور پر معلوم نہین، اتنا علم ہے کہ حضرت زینبؓ کی وفات تک زندہ تھین، حضرت زینبؓ نے ۲۰ھ مین وفات پائی ہے،

اولاد حضرت طلحہؓ سے حضرت حمنہؓ کے دو لڑکے پیدا ہوئے، محمد اور عمران، محمد کو سجاد کے لقب سے شہرت تھی،

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۶ [2] فتح الباری ج ۸ ص ۳۶۷

تمت